Digitized By Khilafat Library Rabwah
ربوہ
خالد
ماہنامہ
مدیر
حافظ مظفر احمد

مورخه ۲۵ - ۲۶ - ۲۷ جون ۱۹۷۶ء کو ایبٹ آباد میں مجالس خدام الاحمدیہ ضلع هزاره کے خدام و اطفال کی تربیتی کلاس منعقد ہوئی - اس کلاس میں محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ نے بھی شمولیت فرمائی - تقسیم انعامات کی تقریب میں آپ ایک طفل کو انعام دے رہے ہیں -

✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦

مجلس خدام الاحمدیہ رحمان آباد ضلع نواب شاہ کا مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۷۶ء کو تربیتی اجلاس ہوا اجلاس میں شریک احباب کا ایک گروپ فوٹو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

استبقوا الخیرات

"تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں" (حضرت مسیح موعودؑ)

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی" (المصلح الموعودؓ)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

جلد ۲۴ شمارہ ۱۱

خالد

ربوہ

ماہنامہ

ستمبر ۱۹۷۶ء بمطابق تبوک ۱۳۵۵ ہش

ایڈیٹر:

حافظ مظفر احمد

نائبین:

- بشارت احمد محمود
- ملک خالد محمود
- محمد الیاس منیر

الفہرست

مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد دار الصدر جنوبی ربوہ

پبلشر: محمد شفیق قیصر پرنٹر: سید عبد الحی

خالد

اداریہ

"ہم امید رکھتے ہیں کہ آئندہ پانچ سال کے دوران امریکہ میں اسلام کے حق میں بعض انقلابی تبدیلیوں کی ابتدا منصۂ شہود پر آئے گی۔ اس کے بعد روس میں بھی ایسی ہی انقلابی تبدیلیوں کا آغاز ہوگا۔ یہ سب کچھ کیسے ہوگا؟ یہ ہم نہیں بتا سکتے صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا نے ہمیں یہ بتایا اور وہ ایسا کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ اہل امریکہ ہی نہیں بلکہ پوری روسی قوم اسلام قبول کر کے خدا تعالیٰ کی طرف واپس لوٹ آئے گا۔"

یہ پُر شوکت اور عظیم الشان اعلان، سالارِ غلبۂ اسلام، جماعت احمدیہ کے موجودہ امام نے حال ہی میں سرزمین امریکہ میں فرمایا ہے ——— نئی دنیا کے مکینوں کی مادی نظروں میں یہ بات عجیب ہو تو ہو لیکن غلبہ اسلام کی پیشگوئی اس خدا کے منہ سے نکلی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ جس کے قبضۂ قدرت میں ساری دنیا کے دل ہیں۔ وہ جب چاہے انہیں اسلام کی طرف پھیر سکتا ہے۔

پس اب وقت آگیا ہے کہ امریکہ کو روحانی اسیری سے رستگاری حاصل ہو ——— حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا:۔

"ہم ایمان رکھتے ہیں کہ دیگر بنی نوع انسان کی طرح اہل امریکہ بھی جوق در جوق اسلام میں داخل ہوں گے"

اسی طرح روس میں اسلام کے غالب آنے کی پیش خبریاں بھی بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔

"روس میں ریت کے ذروں کی طرح احمدی ہوں گے۔"

آپؑ نے یہ اعلان بھی فرمایا:۔

"تھا گماں جس کا میرے ہاتھوں میں ہوگا
یار! فتح باتوں باتوں میں ہوگا۔"

پس روس بھی ایک دن اسلام کی آغوش میں آئے گا لیکن یہ غلبہ تلوار، بندوق، توپ یا ایٹم بم سے نہیں بلکہ دعا کے تیروں اور دلوں کو فتح کرنے سے ہوگا۔ (باقی ص ۴۲ پر)

الاحکام تحت ظلال القرآن

نماز اور دُعا

جناب ملک سیف الرحمٰن فاضل ربوہ

نماز کے لیے اسلام نے دعا کا راستہ کھولا ہے۔ دعا نماز کا اہم حصہ ہے کیونکہ دعا ہی کے ذریعہ دنیا کی کل حکمتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ ہر ایک بیت العلم کی کنجی دعا ہے۔ کوئی علم و معرفت کا دقیقہ نہیں جو بغیر اس کے ظہور میں آیا ہے۔ دُعا کیا ہے؟ جب ہم فکر و غور کے وقت ایک مخفی امر کی تلاش میں نہایت عمیق دریا میں ہاتھ پاؤں مارتے ہیں تو ہم اس حالت میں بزبانِ حال اس اعلیٰ طاقت سے فیض طلب کرتے ہیں۔ جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ اس طلب فیضان کا دوسرا نام دُعا ہے۔

جب ہماری روح ایک چیز کی طلب میں بڑی سرگرمی اور سوز و گداز کے ساتھ مبدء و فیض کی طرف ہاتھ پھیلاتی ہے اور اپنے تئیں عاجز پاکر فکر کے ذریعے کسی اور جگہ روشنی ڈھونڈتی ہے تو وہ حقیقت وہ دعا ہی ... کام سے رہی ہوتی ہے۔ دعا کرنے سے کیا مطلب ہوتا ہے یہی کہ عالم الغیب جس دقیق در دقیق تدبیریں معلوم ہیں۔ کوئی احسن تدبیر دل میں ڈالے اور بوجہ خالقیت اور قدرت اپنی طرف سے کوئی تدبیر پیدا کرے۔ پس دعا در حقیقت تلاش تدابیر کا نام ہے۔

دعا اور تدبیر انسانی طبیعت کے دو طبعی تقاضے ہیں جو قدیم سے اور جب سے انسان پیدا ہوا ہے دو حقیقی بھائیوں کی طرح انسانی فطرت کے خادم چلے آتے ہیں۔ انسانی طبائع کسی مصیبت کے وقت جس طرح تدابیر اور علاج کی طرف مشغول ہوتی ہیں۔ ایسا ہی طبعی جوش سے دعا۔ صدقہ اور خیرات کی طرف جھک جاتی ہیں۔ اگر دنیا کی تمام قوموں پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اب تک کسی قوم کا کانشنس اس متفق علیہ مسئلہ کے برخلاف ظاہر نہیں ہوا۔ پس یہ ایک روحانی دلیل اس بات پر ہے کہ انسان کی [illegible] دعا نے قدیم سے عام قوموں کو بھی فتویٰ دیا ہے کہ دعا کو [illegible] تدابیر

سے الگ نہ کریں۔ کیونکہ دعا تدابیر کے لئے بطور محرک
اور جاذب کے ہے اور تدبیر دعا کے لئے بطور ایک
نتیجۂ ضروریہ کے ہے۔ پس دعا سے اصل مطلب تدبیر کا
پانا۔ اطمینان اور حقیقی خوشحالی کا حاصل کرنا ہے۔ اور
جو شخص روح کی سچائی سے دعا کرتا ہے۔ ممکن نہیں کہ
حقیقی طور پر وہ نامراد رہ سکے۔ البتہ یہ اللہ تعالیٰ جانتا
ہے کہ ایک دعا کرنے والے شخص کی حقیقی خوشحالی
کس امر میں ہے۔ یہ چیز خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے کہ
جس پیرایہ میں چاہے وہ عنایت فرمائے۔ اگر ہم اس
خطاکار بچے کی طرح جو اپنی ماں سے سانپ یا آگ
کا ٹکڑا مانگتا ہے۔ اپنی دعا اور طلب میں غلطی پر
ہوں تو خدا تعالیٰ وہ چیز جو ہمارے لئے بہتر ہو عطا
کرتا ہے۔ اور اگر ہم اپنے مقصد کی طلب میں غلطی پر
نہ ہوں تو وہی مقصد بر آتا ہے اور بایں ہمہ دونوں
صورتوں میں ہمارے ایمان کو بھی وہ ترقی دیتا ہے۔
کیونکہ دعا اور استجابت میں ایک رشتہ ہے۔ جب
خدا تعالیٰ کا ارادہ کسی بات کے کرنے کا ہوتا ہے تو
سنت اللہ یہ ہے کہ اس کا کوئی مخلص بندہ اضطراب
اور کرب اور قلق کے ساتھ دعا کرنے میں مشغول ہو جاتا
ہے۔ اور اپنی تمام توجہ اس امر کے ہو جانے کے لئے کرتا
ہے تب اس مرد فانی کی دعائیں فیض الٰہی کو آسمان
سے کھینچتی ہیں اور خدا تعالیٰ ایسے نئے اسباب پیدا
کر دیتا ہے کہ جن سے کام بن جاتا ہے۔ ایسی دعا کرنے
والے کے لئے آسمان زمین کے [illegible] آ جاتے۔ دعا
[illegible] خدا تعالیٰ [illegible] ایسے اسباب پیدا ہوتے

ہیں۔ اور ان کا علم پیش از وقت دیا جاتا ہے اور کم از کم
یہ کہ میخ آہنی کی طرح قبولیت دعا کا یقین غیب سے
دل میں بیٹھ جاتا ہے۔ سچ یہی ہے کہ اگر دعا نہ ہوتی
تو کوئی انسان خدا شناسی کے بارے میں حق الیقین
تک نہ پہنچتا۔ حقیقت یہی ہے کہ کوئی انسان بغیر ان
قدرتی نشانوں کے ظاہر ہونے کے جو دعا کے بعد ظاہر
ہوتے ہیں۔ اس سچے ذوالجلال خدا کے پاس نہیں جا
سکتا۔ ہر ایک یقین کا بھوکا اور پیاسا یاد رکھے کہ اس
زندگی میں روحانی روشنی کے طالب کے لئے صرف دعا
ہی ایک ذریعہ ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی ہستی کا یقین بخشتا
ہے۔ اور تمام شکوک و شبہات دور کر دیتا ہے۔ ہر ایک
دعا اگرچہ وہ ہماری دنیوی مشکل کشائی کے لئے ہو۔ مگر
وہ ہماری ایمانی حالت اور عرفانی تربیت پر گہرا اثر ڈالتی
ہے۔ یعنی اول ہمیں ایمان اور عرفان میں ترقی بخشتی ہے
اور ایک پاک سکینت اور انشراح صدر اور اطمینان
عطا کرتی ہے۔ پھر ہماری دنیوی مکروہات پر اثر ڈالتی
ہے اور جس پہلو سے مناسب ہو۔ ہمارے غم دور کر
دیتی ہے۔ پس دعا اس حالت میں دعا کہلا سکتی ہے
جب درحقیقت اس میں ایک قوت اور کشش ہو اور
واقعی طور پر دعا کرنے کے بعد آسمان سے ایک نور
اترے جو ہماری گھبراہٹ دور کرے اور ہمیں انشراح
بخشے۔ اور سکینت اور اطمینان عطا کرے۔ سچی دعا کے
بعد خدائے حکیم دو طور پر نصرت اور امداد نازل کرتا
ہے۔ ایک یہ کہ اس بلا کو دور کر دیتا ہے جس کے
نیچے دب کر مرنے کو تیار ہیں۔ دوسرے یہ کہ بلا کی برداشت

کے لئے ہمیں نہ صرف فوق العادت قوت عنایت کرتا ہے بلکہ اس میں نفرت اور انشراح بخشتا ہے۔

(برکات الدعا ملخصاً)

نماز میں بے ذوقی کا علاج بھی دعا ہے اس سے آخرکار ذوق پیدا ہو جاتا ہے۔ دعائیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ مقررہ اور مرخصہ۔ مقررہ دعاؤں سے مراد اعلیٰ درجہ کی اہم دعائیں ہیں جن کو ممکن تھا ہم دعا کرتے وقت چھوڑ دیتے یا وہ ہمارے ذہن میں نہ آتیں سو وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ؐ نے خود قرآن و حدیث میں بیان فرما دی ہیں۔ مثلاً اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ سے ضَالِّیْنَ تک جو دعا ہے وہ ہمارے ذہن میں نہیں آسکتی تھی۔ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ۔ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ وغیرہ کلمات ہیں۔ یہ ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتے تھے۔ سو یہ دعائیں خدا اور اس کے رسول ؐ نے خود مقرر کیں۔ مرخصہ دعائیں وہ ہیں جو ہم اپنی ضرورتوں کے لئے اپنی زبان میں کر سکتے ہیں۔ مثلاً اگر مالی نقصان ہو جائے، ملازمت میں خرابی واقع ہو جائے۔ تجارت میں ترقی نہ ہو یا کوئی اور ضرورت درپیش ہو تو اس کے لئے اپنی زبان میں بھی اور اپنی ضرورت کے مطابق دعائیں مانگنے کی اجازت ہے۔ اسی نوعیت کی انفرادی اور اجتماعی طور پر دعائیں دوسری قوموں کی عبادتوں میں شاذ ہی پائی جاتی ہوں۔

نماز میں ذکر و دعا کی ہدایت فرما کر اللہ تعالیٰ نے صفاتِ الٰہیہ پر غور کرنے کا راستہ کھول دیا ہے

مسلمان اپنی نماز میں روزانہ قرآن شریف پڑھتا ہے دعائیں کرتا ہے۔ رکوع و سجود میں دعائیں کرتا ہے سورۃ فاتحہ کے کلماتِ طیبات اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ○ اس کے سامنے آتے رہتے ہیں۔ اور وہ ان پر غور کرتا ہے۔ گویا اس طرح سے اسلام نے صفاتِ الٰہیہ پر غور و فکر کرنے کا راستہ کھول دیا ہے۔

نماز میں ذوق

نماز میں توجہ اور ذوق پیدا کرنے کے لئے مختلف تدابیر اختیار کی جا سکتی ہیں جن میں سے ایک تدبیر دعا ہے۔ دوسرے پرسکون ماحول ہو۔ تیسرے دلی توجہ کے علاوہ زبان سے الفاظ کو ادا کرنا ہے۔ خواہ بہت ہلکی آواز پیدا ہو اور ساتھ ساتھ معانی پر غور کرنا چاہیئے۔ ذوق پیدا نہ ہونے کے باوجود نماز کی پابندی اور بار بار توجہ کو اس کی طرف پھیلانے کی مشق سے بھی وہ کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ جو نماز میں خشوع و خضوع سے متعلق ہے۔

نماز میں توجہ اور حضور

سوال۔ نماز پڑھتا ہوں مگر تسلی نہیں ہوتی۔

جواب: تسلی کا یہ ذریعہ ہے کہ اچھی طرح سے وضو کرے پھر نماز کے بعد کچھ دیر استغفار کرے۔

سنتیں پہلی اور پچھلی اچھی طرح توجہ سے اور
سنوار کر ادا کرے۔ نماز اچھی طرح ٹھہر ٹھہر
کر اور معنے سمجھ کر پڑھے۔ پھر بھی اگر دل میں
سکون اور اطمینان نہ پائے تو گھبرائے نہیں۔
بلکہ بار بار ایسا ہی کرے۔ کیونکہ یہ ایک دو
دن کا کام نہیں بلکہ تمام عمر کرنے کا کام ہے
(الفضل ۲۴ر دسمبر ۱۹۲۰ء)

سوال: کبھی نماز میں لذت آتی ہے اور کبھی لذت
جاتی رہتی ہے اس کا کیا علاج ہے؟

جواب: ہمت نہیں ہارنی چاہیئے بلکہ اس لذت
کے کھوئے جانے کو محسوس کرنے اور پھر اسے
حاصل کرنے کی سعی کرنی چاہیئے۔ جیسے چور
مال اڑا کر لے جائے تو اس کا افسوس ہوتا ہے
اور پھر انسان کوشش کرتا ہے کہ آئندہ کو
اس خطرہ سے محفوظ رہے۔ اس لئے معمول سے
زیادہ ہوشیاری اور مستعدی سے کام لیتا ہے
اس طرح یہ جو خبیث نماز کے ذوق اور
انس کو لے گیا ہے تو اس سے کس قدر ہوشیار
رہنے کی ضرورت ہے اور کیوں نہ اس پر
افسوس کیا جائے۔ انسان جب یہ حالت دیکھے
کہ اس کا انس و ذوق جاتا رہا تو وہ بے فکر
اور بے غم نہ ہو۔ نماز میں بے ذوقی کا ہونا
ایک سارق کی چوری اور روحانی بیماری ہے۔
جیسے ایک مریض کے منہ کا ذائقہ بدل جاتا ہے
تو وہ فی الفور علاج کی فکر کرتا ہے۔ اسی طرح
پر جس کا روحانی مذاق بگڑ جاوے اس کو
بہت جلد اصلاح کی فکر کرنی لازم ہے۔
(فتاویٰ مسیح موعودؑ صـ ۳۶)

سوال: ایک صاحب نے عرض کی کہ نماز میں اگر مختلف
خیالات پیدا ہوں تو کیا کیا جائے؟

جواب: خیالات پیدا ہوں تو ان کا مقابلہ کرو حضرت
مسیح موعودؑ فرمایا کرتے تھے کہ تم جب نماز
کے لئے کھڑے ہو تو یہ سمجھو کہ تم اپنا قرض لوٹا
کر رہے ہو۔ اگر تمہیں خشوع و خضوع نصیب
ہو جائے تو یہ خدا تعالیٰ کا ایک انعام ہوگا۔
اور اگر خشوع و خضوع نصیب نہیں ہوتا
اور تم بار بار کوشش کرتے رہو کہ تمہارے دل
میں خیالات پیدا نہ ہوں تو پھر بھی تم ثواب
کے مستحق ہو کیونکہ تمہاری شیطان سے لڑائی
ہو رہی ہے اور جو شخص لڑائی کر رہا ہو وہ
گنہگار نہیں ہوتا۔

جو شخص اپنے خیالات میں لذت محسوس
کرے اور کہے کہ اگر خیالات پیدا ہوتے ہیں
تو بے شک پیدا ہوں وہ ضرور گنہگار ہے
لیکن جو شخص ان خیالات کا مقابلہ کرتا ہے
وہ خدا کا سپاہی ہے اور ثواب کا مستحق ہے۔
(الفضل ۹ر جون ۱۹۴۴ء) ••

آئندہ شمارہ اجتماع نمبر ہوگا (انشاءاللہ تعالیٰ)

سیرتِ رسولؐ کا ایک ورق

سیّد المعصومینؐ کی عبادت گزاری

ایڈیٹر کے قلم سے :

ـــــ (۱) ـــــ

صحرائے عرب کی تاریک اور پرسکوت رات میں جب ہُو کا عالم طاری ہوتا۔ چاروں طرف خاموشی مسلّط ہوتی۔ ہر طرف ایک سنّاٹا ہوتا۔ خانہ کعبہ کے پڑوسی، وادیٔ بطحا کے مکیں رنگ رلیاں مناکر اور شراب کی محفلیں سجانے کے بعد مست ہوکر خوابِ نوشین میں پڑے ہوتے تھے ـــــ عین اس وقت مکّہ سے چند میل دور جنگل کے ایک پہاڑی غار میں ایک معصوم اور عابد و زاہد عربی نوجوان عبادت میں مصروف ہوتا۔ وہ اپنے ربّ کریم کے آستانہ پر سجدہ ریز ہوکر گریہ وزاری کر رہا ہوتا اور نہایت سوز و گداز کے ساتھ اس کے حضور میں التجا کرتا ـــــ "اے ہادی! اس جاہل قوم کو ہدایت دے!" ـــــ [illegible] اس سعید نوجوان کو دنیا سے بے رغبتی تھی۔ دنیا کی رعنائیاں اسے ایک آنکھ نہ بھاتی تھیں۔ اسے عبادتِ الٰہی سے خاص لگاؤ تھا۔ تنہائی کی دعاؤں میں اسے ایک خاص لطف اور مزہ آتا۔ دنیا سے الگ تھلگ ہوکر خشوع و خضوع میں وہ ایک سرور و لذّت محسوس کرتا۔ وہ تن تنہا کچھ زاد ساتھ لے کر مکّہ سے چند میل دور حرا نامی پہاڑی غار میں جاکر عبادت کیا کرتا۔ مہینوں وہ مکّہ کی طرب خیز زندگی سے کنارہ کش رہتا۔ پھر جب زاد ختم ہو جاتی تو واپس آکر اور زاد ساتھ لے لیتا اور تنہائی میں جاکر مراقبہ کرتا۔ اللہ کو یاد کرتا ـــــ

یہ پاک طینت اور نیک خصلت انسان درگاہِ الٰہی میں بار پا گیا اور ربّ العزّت نے اسے خلعتِ نبوّت سے سرفراز فرمایا۔ ؎

"در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری"

ـــــ (۲) ـــــ

وہ فخرِ عرب نوجوان حرا سے اُتر کر سوئے قوم آنے والا۔ ہادیٔ برحق، سیّد المعصومین حضرت محمد مصطفےٰ صلّے اللہ علیہ وسلم کا وجودِ باجود ہے

آپ کو منصبِ نبوت عطا ہوا تو عبادت کی ذمہ داری اور بڑھ گئی۔ ارشاد ہوا:۔

"فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ
وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ"

چنانچہ نماز کا طریق آپ کو بتایا گیا۔ آپ ابتداءً کفار کے فتنہ کے اندیشہ سے چھپ کر نماز ادا کرتے۔ کبھی گھر میں پڑھ لیتے تو کبھی کسی پہاڑی گھاٹی میں۔ البتہ چاشت کی نماز علی الاعلان کعبہ میں ادا کرتے۔

کفارِ مکہ دعویٰ نبوت کے بعد آپ کو عبادت سے روکتے۔ تکالیف دیتے۔ ظالموں نے ایک دن اونٹ کی اوجھڑی لا کر نجاست سمیت رسول اللہ کی پشت پر ڈال دی۔ کسی گستاخ نے ایک دن حضور کے گلے میں چادر ڈال کر مروڑنا شروع کیا اور گردن دبوچنے لگا۔ مگر آپ عبادت سے کب باز آ سکتے تھے۔ یہ تو آپ کے عشقِ الٰہی کا ایک اظہار تھا۔ روزانہ و شبانہ کا معمول تھا۔

ابتداء میں آپ رات کے وقت تیرہ یا گیارہ رکعتیں (بمع وتر) ادا فرماتے اور آخری عمر میں کمزوری کے باعث نو رکعتیں پڑھتے رہے۔ اگر کبھی رات کو اتفاقاً آنکھ نہ کھلتی تو دن کے وقت بارہ رکعتیں ادا کر کے اس کی تلافی فرماتے۔ حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں کہ جب دو تہائی رات گزر چکی ہوتی تو آپ بآوازِ بلند فرماتے ---- "لوگو! خدا کو یاد کرو زلزلہ آ رہا ہے اس کے پیچھے پیچھے آنے والا (وقت) آ رہا ہے۔ موت اپنے سامان کے ساتھ آ پہنچی ہے۔ موت اپنے سامان کے ساتھ آ پہنچی ہے"

رات کے وقت آپ کی نماز بہت لمبی ہوتی۔ لمبی سورتیں تلاوت فرماتے۔ حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ رمضان میں رسول اللہ کی نماز (تہجد) کی کیا کیفیت ہوتی تھی۔ آپؓ نے فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان یا اس کے علاوہ گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھتے تھے ---- لیکن وہ اتنی لمبی پیاری اور حسین نماز ہوا کرتی تھی کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ---- "اس نماز کے لمبا ہونے اور حسن و خوبی کے متعلق مت پوچھو!" ---- بالفاظِ دیگر میرے پاس وہ زبان نہیں۔ وہ الفاظ نہیں جن سے آپ کی اس خوبصورت عبادت کا نقشہ کھینچ سکوں ---- نوجوان صحابہؓ کو حضور کی عبادت دیکھنے کا خاص شوق تھا۔ رسول اللہ کے عم زاد، اور حضرت میمونہؓ کے بھانجے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں۔ میں ایک رات رسول اللہ کے گھر ٹھہرا نصف رات یا اس سے کچھ پہلے آپ بیدار ہوئے۔ چہرے سے نیند زائل کی۔ آلِ عمران کی آخری دس آیات تلاوت فرمائیں۔ پھر گھر میں لٹکے ہوئے مشکیزہ سے نہایت عمدہ طریق پر وضو کیا اور نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ میں بھی جا کر آپ کے پہلو میں کھڑا ہو

---

۱ بخاری ۲ بخاری ۳ سنن ابوداؤد و ترمذی

۴ مشکوٰۃ و ترمذی

گیا۔ آپؐ نے مجھے کان سے پکڑ کر بائیں طرف کر دیا۔ آپؐ نے تیرہ رکعتیں ادا فرمائیں۔[1]

حضرت حذیفہ بن یمانؓ رسول اللہؐ کے رازدان صحابی فرماتے ہیں کہ انہوں نے ایک رات رسول اللہؐ کے ساتھ نماز ادا کی۔ جب نماز شروع کی تو آپؐ نے کہا

"اَللّٰہُ اَکْبَرُ ذُو الْمَلَکُوْتِ
وَالْجَبَرُوْتِ وَالْکِبْرِیَاءِ
وَالْعَظَمَۃِ"

یعنی اللہ بڑا ہے جو اقتدار اور سطوت، کبریائی اور عظمت والا ہے۔

پھر سورہ بقرہ (مکمل) پڑھی۔ پھر رکوع فرمایا۔ جو قیام کے برابر تھا۔ پھر رکوع کے برابر وقت کھڑے ہوئے۔ پھر سجدہ کیا جو قیام کے برابر تھا۔ پھر دونوں سجدوں کے درمیان "رَبِّ اغْفِرْلِیْ، رَبِّ اغْفِرْلِیْ" کہتے ہوئے اتنی دیر بیٹھے۔ جتنی دیر سجدہ کیا تھا۔ دوسری رکعتوں میں آپ نے آلِ عمران، نساء، مائدہ، انعام وغیرہ طویل سورتیں تلاوت فرمائیں۔[2]

بسا اوقات آپ ساری ساری رات عبادت میں گزار دیتے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ (جنہیں رسول اللہؐ نوجوانِ صالح کہا کرتے تھے) فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہؐ کے ساتھ ایک رات نماز پڑھی۔ آپ اتنی دیر (نماز میں) کھڑے رہے کہ میں نے ایک بُری بات کا ارادہ کر لیا۔ پوچھا گیا کہ کیا ارادہ تھا؟ فرمایا۔ میں نے سوچا کہ رسول اللہؐ کو چھوڑ کر بیٹھ جاؤں۔[3]

اسی طرح حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ آپ ساری رات قرآن کریم کی ایک آیت نماز میں پڑھتے رہے۔[4]

اس کی تفصیل حضرت ابوذرؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ ایک رات نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے اور ساری رات ایک ہی آیت قیام، رکوع اور سجود میں پڑھتے رہے۔[5] یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ آپؐ سے پوچھا گیا کہ وہ کون سی آیت ہے۔ فرمایا۔ یہ آیت:-

"اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ
عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ
فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ"

خدایا! اگر تو انہیں عذاب دینا چاہے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخشنا چاہے تو تو بہت غالب اور بڑی حکمتوں والا خدا ہے۔

سبحان اللہ! خدا اور اس کے رسولؐ کے دشمن آرام کی نیند سو رہے ہیں اور خدا کا پیارا رسولؐ بے قرار ہو کر گڑگڑا کر بارگاہِ ایزدی میں ان کی مغفرت کا ملتجی ہے۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں۔ آپ کچھ دیر سوتے

---

[1] شمائل ترمذی [2] شمائل ترمذی

[3] شمائل ترمذی [4] شمائل ترمذی

[5] نوٹ: بعد میں رکوع اور سجدہ میں تلاوت کی ممانعت ہو گئی۔

پھر کچھ دیر اٹھ کر نماز میں مصروف ہوتے پھر سو جاتے پھر اٹھ بیٹھتے اور نماز ادا کرتے۔ غرض صبح تک یہی حالت قائم رہتی۔[1] کبھی گھر کے لوگ سو جاتے تو آپؐ چپ چاپ بستر سے اٹھتے اور دعا و مناجات الٰہی میں مصروف ہو جاتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ ایک رات میری آنکھ کھلی تو آپ کو بستر پر نہ پایا۔ سمجھی کہ آپ کسی اور بیوی کے حجرے میں تشریف لے گئے ہیں۔ اندھیرے میں ادھر ادھر ٹٹولا تو دیکھا کہ پیشانی مبارک خاک پر ہے اور آپ سربسجود مصروف دعا ہیں۔ فرماتی ہیں یہ دیکھ کر مجھے اپنے شبہ پر ندامت ہوئی اور دل میں کہا۔ سبحان اللہ! میں کس خیال میں ہوں اور خدا کا رسولؐ کس عالم میں ہے۔[2]

رات کے وقت جب سارا عالم محو خواب ہوتا لوگ میٹھی نیند سو رہے ہوتے۔ آپ بستر چھوڑ کر سنسان قبرستان میں چلے جاتے اور دعا و زاری کرتے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے تعاقب کیا تو آپ جنت البقیع میں دعا مانگ رہے تھے ـــــ کبھی کسی ویرانے میں جا کر اپنے رب سے محو راز و نیاز ہوتے۔ آپ سجدہ ریز ہوتے اور بے اختیار یہ الفاظ زبان اقدس پر جاری ہوتے۔

"سجد لک روحی و جسدی
وجنانی۔"

(میرے مالک) تیرے لئے میری روح
میرا جسم، میرا دل (میرا ذرہ ذرہ)
قربان ہو رہا ہے

خشوع و خضوع کا یہ عالم ہوتا کہ آپؐ کی حالت دیکھی نہ جاتی۔ سوز و گداز سے عجیب کیفیت ہوتی۔ ایک صحابیؓ نے اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے کہ میں نے رسول خداؐ کو نماز پڑھتے دیکھا۔ گریہ و زاری اور بکاء سے یوں ہچکیاں بندھ گئی تھیں گویا چکی چل رہی ہے۔ اور ہنڈیا کے ابلنے کی آواز کی طرح آپ کے سینہ سے گڑگڑاہٹ سنائی دیتی تھی۔[3]

اللہ اللہ! یہی اس فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دلدوز چیخ و پکار اور دعائیں تھیں جنہوں نے عرش الٰہی کو ہلا کر رکھ دیا اور یک دفعہ سرزمین عرب میں ایک ایسا انقلاب عظیم پیدا ہوا کہ پہلے اس سے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا۔

صحابہؓ بیان فرماتے ہیں کہ عہد نبویؐ میں ایک دفعہ سورج گرہن ہوا۔ رسول اللہؐ نماز کسوف پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ بڑے لمبے رکوع اور سجدے کئے۔ آپ اس قدر روتے جاتے تھے کہ ہچکی بندھ گئی رو رو کر یہ دعا فرما رہے تھے:۔

"میرے ربّ! کیا تو نے مجھ سے وعدہ
نہیں کیا کہ جب تک میں ان لوگوں میں
ہوں تو انہیں عذاب نہ دے گا۔ کیا تو نے
وعدہ نہیں فرمایا کہ جب تک یہ استغفار
کرتے رہیں گے تو ان پر عذاب نازل نہ
کرے گا۔ پس ہم استغفار کرتے ہیں
(معاف فرما)"[4]

۱؎ شرح مواہب ۲؎ سنن نسائی

۳؎ شمائل ترمذی ۴؎ شمائل ترمذی

یہ تو معمول کے مطابق آپ کی عبادات اور دعاؤں کا حال تھا۔ رمضان کے مہینہ میں آپ کی عبادات میں بہت اضافہ ہو جاتا۔ خصوصاً رمضان کے آخری عشرہ میں تو بہت زیادہ عبادت کرتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو آپ کمر کس لیتے۔ رات بھر بیدار رہتے۔ خود بھی عبادت کرتے۔ اہل بیت کو بھی جگاتے۔ اس آخری عشرہ میں آپ عموماً اعتکاف کرتے اور سارا وقت خدا کے گھر میں بیٹھ کر یادِ الٰہی اور عبادت گزاری میں مصروف رہتے[۱]

صحابہؓ رسول اللہؐ کی کثرتِ عبادت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ اس قدر لمبی نمازیں پڑھتے اور اتنا طویل قیام فرماتے کہ آپؐ کے پاؤں سوج جاتے۔ آپؐ سے عرض کی گئی کہ اس قدر مشقت کیوں کرتے ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر کہہ کر آپ کو معصوم و بے گناہ قرار دے چکا ہے۔ تو آپ نے فرمایا ——— کیا میں (اس نعمت پر) عبادت گزار اور شکر گزار انسان نہ بنوں؟[۲]

آپ عبادت الٰہی کے لئے مشقت پسند فرماتے تھے۔ ایک رات حضرت حفصہؓ نے آپ کے بچھونے کی چار تہیں کر دیں۔ دوسری صبح آپؐ نے فرمایا۔ رات تم نے کیا بچھایا تھا ——— اسے اکہرا کر دو اس نے مجھے نماز سے روک دیا ہے[۳]

آپؐ اصحابؓ کی محفل میں ہوتے یا امہات المومنینؓ کے حجروں میں۔ اذان کی آواز آتی تو آپؐ دفعتہً اٹھ کھڑے ہوتے۔ حالانکہ رات کا بیشتر حصہ عبادت میں گزر چکا ہوتا اور رات کے رت جگے۔ مگر ادھر موذن "اللہ اکبر" کہتا۔ ادھر آپؐ فوراً بستر سے اٹھ کھڑے ہوتے۔

(۱۲)

آپؐ کو تلاوت کلام پاک سے بھی خاص شغف تھا۔ روزانہ سورتوں کی مقررہ تعداد عشاء کے وقت تلاوت فرماتے۔ پچھلی رات بیدار ہوتے تو کلام الٰہی زبان پر جاری ہوتا۔ (عموماً آلِ عمران کا آخری رکوع تلاوت فرمایا کرتے) رات کے وقت نمازیں نہایت وجد اور ذوق و شوق سے ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کبھی پوری رات آپ قیام فرماتے۔ سورہ البقرہ، آل عمران اور سورہ النساء پڑھتے۔ جب کوئی خوف اور خشیت کی آیت آتی تو خدا سے دعا مانگتے اور پناہ طلب کرتے اور جب کوئی رحمت اور بشارت کی آیت آتی تو اس کے حصول کے لئے دعا فرماتے[۴]

رمضان کے مہینہ میں کثرت سے قرآن کریم کی تلاوت فرماتے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ہر ماہ رمضان میں قرآن کریم کی دہرائی فرماتے۔ وفات سے قبل آخری رمضان میں آپؐ نے دو بار قرآن کریم دوہرایا۔

آپؐ قرأت بلند آواز سے فرماتے کہ لوگ بستروں

---

۱ بخاری ۲ شمائل ترمذی ۳ شمائل ترمذی

۴ - مسند احمد بن حنبل

میں پڑھے آپ کی آواز سنتے۔[۱]

کلام الٰہی سن کر آپ پر رقّت طاری ہو جاتی۔
آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ حضرت عبداللہؓ بن
مسعودؓ سے ایک روز آپؐ نے فرمایا۔ "قرآن سناؤ!"۔
جب وہ اس آیت پر پہنچے فکیف اذا جئنا
من کل امۃ بشھید وجئنا بک
علی ھؤلاء شھیداً تو آپؐ تاب نہ لا
سکے اور آنکھ سے آنسوؤں کی لڑی بہہ نکلی۔[۲]

(۴)

روزہ کی عبادت کا بھی آپؐ خاص اہتمام فرماتے
تھے۔ نبوت سے قبل عربوں کے دستور کے مطابق عاشورہ
کا روزہ رکھتے اور نبوت کے بعد احادیث کے مطابق قیام
مکہ کے دوران آپؐ مہینوں تک روزہ رکھتے تھے۔ مدینہ
میں رمضان کے روزے فرض ہوئے ——— رمضان
کے علاوہ مدینہ میں آپؐ شعبان کا پورا مہینہ روزے
رکھتے تھے۔ اس طرح سال میں دو مہینے شعبان اور
رمضان روزہ سے گزارتے تھے۔ سال کے باقی مہینوں
میں یہ کیفیت رہتی کہ روزہ رکھنے پر آتے تو معلوم ہوتا
تھا کہ آپؐ کبھی روزہ نہ چھوڑیں گے۔ پھر روزہ چھوڑ دیتے
تو ایسا معلوم ہوتا کہ پھر نہیں رکھیں گے۔ مہینہ کے نصف
اول میں اکثر روزے رکھتے اور مہینہ میں تین دن معمولاً
روزہ رکھتے۔ وہ سوموار کو اور ایک جمعرات کو۔ آپؐ
فرمایا کرتے کہ سوموار اور جمعرات کو اعمال (خدا کے حضور)
پیش ہوتے ہیں اور میں پسند کرتا ہوں کہ میرے عمل اس
حالت میں پیش ہوں کہ میں روزہ دار ہوں۔[۳]

بعض روایات کے مطابق جمعرات کے ساتھ
جمعہ کا روزہ بھی معمولات میں سے تھا۔ اس کے علاوہ محرّم
کے پہلے دس دن، اور شوال کے پہلے چھ دن (دوسرے
سے ساتویں تک) آپ روزے رکھتے تھے۔ اتفاقی روزے
ان کے علاوہ ہوتے۔ آپ کبھی گھر تشریف لاتے، پوچھتے
کچھ کھانے کو ہے۔ جواب ملتا۔ کچھ نہیں۔ فرماتے۔ تو میں
آج روزہ سے ہوں۔ کبھی کبھی "صوم وصال" بھی رکھتے
یعنی متواتر کئی دن تک روزہ رکھتے۔ درمیان میں افطار
نہ کرتے تھے۔ لیکن صحابہؓ کو آپؐ نے اس سے روکا اور
فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کھلا پلا دیتا ہے۔ دوسرے اس
کی وجہ میانہ روی اور اعتدال تھی ——— چنانچہ
ایک دفعہ حضورؐ کے سامنے ایک عورت کی عبادت و
ریاضت کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا۔ تمہیں وہ اعمال کرنے
چاہئیں جن کی تم طاقت رکھتے ہو۔ خدا کی قسم! اللہ
نہیں اُکتاتا۔ مگر تم خود تنگ پڑ جاتے ہو ———
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نیکی پسند تھی جس
پر دوام اختیار کیا جائے۔ خواہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو۔[۴]
الغرض رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی
ہمہ تن عبادت تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

---

[۱] ابن ماجہ [۲] شمائل ترمذی

[۳] شمائل ترمذی [۴] شمائل ترمذی

"آپ کی زندگی زاہدانہ تھی۔
آپ بکلّی خدا کی طرف منقطع
تھے۔ اور آپ کی تمام خوشی
اور قرۃ عین صلوٰۃ اور عبادت
میں تھی۔ ان دونوں صفات
کی وجہ سے آپ کا نام احمد
تھا۔ یعنی خدا کا سچا پرستار
اور اس کے فضل اور رحم کا
شکر گزار۔"

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ماہِ رمضان کی عظمت

"شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن سے ماہِ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ صوفیاء نے لکھا ہے کہ یہ ماہ تنویرِ قلوب کے لئے عمدہ مہینہ ہے کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں۔ صلوٰۃ تزکیۂ نفس کرتی ہے اور صوم تجلّیٔ قلب کرتا ہے۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۲۵۶)

راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا

حضرت مسیح موعودؑ کا شیریں کلام

سالانہ اجتماع ۱۹۷۶ء میں مقابلہ حفظِ نظم کے لئے یہ نظم مقرر کی گئی ہے۔

اک نہ اک دن پیش ہوگا تو فنا کے سامنے
چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قضا کے سامنے
چھوڑنی ہوگی تجھے دنیائے فانی ایک دن
ہر کوئی مجبور ہے حکمِ خدا کے سامنے
مستقل رہنا ہے لازم اے بشر تجھ کو سدا
رنج و غم یاس و الم فکر و بلا کے سامنے
بارگاہِ ایزدی سے تو نہ یوں مایوس ہو
مشکلیں کیا چیز ہیں مشکل کشا کے سامنے
حاجتیں پوری کریں گے کیا تری عاجز بشر
کر بیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے
چاہیئے تجھ کو مٹانا قلب سے نقشِ دوئی
سر جھکا بس مالکِ ارض و سما کے سامنے
چاہیئے نفرت بدی سے اور نیکی سے پیار
ایک دن جانا ہے تجھ کو بھی خدا کے سامنے
راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کی لعلِ بے بہا کے سامنے

ہر قسم کی عمارتی لکڑی کیلئے اپنے معروف ادارہ
پاک ٹمبرز
۲۵- نیو ٹمبر مارکیٹ۔ راوی روڈ۔ لاہور
کو یاد رکھیں : فون نمبر ۶۲۲۶۸
آپ اپنی ضروریات کے لئے
میسرز بشیر اینڈ کمپنی
کی خدمات حاصل کریں
ایکسپورٹرز اینڈ امپورٹرز
گورنمنٹ کے منظور شدہ ٹھیکیدار برائے ملٹری، ریلوے، ٹیلیگراف، ٹیلیفون، واپڈا اور دوسرے
تیار کنندگان
ہارڈویئر، تعمیری میٹریل، ہر قسم کا جوڑدار اور بغیر جوڑ کا
پائپ، ٹیوب، کھمبے، کاسٹ آئرن اور اس سے
متعلقہ ہر قسم کا سامان
سٹاکسٹ اینڈ سپلائرز
آئرن اینڈ سٹیل۔ جی آئی سٹیٹ، پلیٹ (چادر)
کنڈے والی تار۔ ہر قسم کا پیتل۔ زنک۔ لیڈ ٹین
تانبہ اور پلمبنگ کا ہر قسم کا سامان
ہیڈ آفس:
حمید منزل ۸۹- انارکلی، لاہور فون ۵۲۷۸۳
برانچیں:
لوہا مارکیٹ لاہور • 77 KMC گارڈن مارکیٹ لارنس روڈ کراچی۔ فون ۷۸۵۶۴

ایک تحقیقی مقالہ

حضرت کرشن علیہ السلام

جناب عبدالواحد ودیارتھی

یہ مقالہ محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کے زیر صدارت مجلس طلباء ساتویں جامعہ احمدیہ کے ایک اجلاس میں پڑھا گیا۔ ——— (مدیر)

متھرا کی حکومت جمنا کے دونوں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ ظالم کنس وہاں کا راجہ تھا۔ دیوکی کی شادی وسودیو سے ہوئی۔ دیوکی رتھ پر سوار اپنے سسرال جا رہی تھی۔ یہ رتھ خود کنس چلا رہا تھا۔ شادی کا جلوس دھوم دھام کے ساتھ متھرا کے گلی کوچوں اور بازاروں میں سے گزر رہا تھا کہ شور و شغب میں سے ایک تیز آواز سنائی دی:-

"او مورکھ! تجھ کے ساتھ بیٹھی ہوئی
جس لڑکی کو تو لئے جا رہا ہے اس کے
آٹھویں گربھ (حمل) سے پیدا ہونے
والا لڑکا تیرا قاتل ہو گا"

یہ آواز سن کر تمام مجمع پر خوف طاری ہو گیا۔ کنس گھبرا گیا رتھ کو وہیں کھڑا کر دیا اور جنگلی بھیڑیے کی طرح آنکھیں لال کر کے دیوکی کی طرف دیکھنے لگا۔ غضبناک ہو کر دیوکی کو بالوں سے پکڑ کر اسے قتل کر دینے کی نیت سے تلوار نکالی مگر دیوکی کے خاوند وسودیو کی طرف سے منت سماجت کرنے پر اسے قتل تو نہ کیا مگر حکم دے دیا کہ دونوں میاں بیوی کو قیدخانہ میں ڈال دیا جائے اور ان کے ہاں جو بھی بچہ پیدا ہو اسے فوراً قتل کر دیا جائے۔ کنس کی بھوک اڑ گئی۔ نیند حرام ہو گئی۔ یدو ونش[1] میں پیدا ہونے والے ہر بچے کا دشمن بن جانے لگا۔ کنس کے ظلموں سے تنگ آ کر لوگ متھرا چھوڑ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے اور اس کے

لہ یہ شہر متھرا کے قریب [illegible]

کی پیدائش کا شدت سے انتظار کرنے لگے جس نے کنس
کو قتل کرنا تھا۔ ان کو یقین تھا کہ وہ آسمانی آواز تھی
جو بہرحال پوری ہو کر رہے گی۔

قیدخانہ کے اندر وہ موعود بچہ پیدا ہوا۔ جس
کا نام کرشن رکھا گیا۔ جسے اس کا باپ وشودیو جیل
کے پہرہ داروں کی نظروں سے بچ کر راتوں رات جمنا
پار کر کے گوکل میں جو متھرا سے ۶/۵ میل بطرف مشرق
تھا۔ یشودھا (نند کی بیوی) کے پہلو میں لٹا کر واپس
آ گیا۔ کرشن گوکل میں۔ گوپوں اور گوپیوں (گوالوں اور
گوالنوں) کے درمیان پرورش پانے لگا۔

کچھ عرصہ بعد جب کنس کو علم ہوا کہ کرشن گوکل
میں ہے تو اس نے کئی بار اسے قتل کرانے کی کوشش کی
مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ گوکل میں بعض ایسے واقعات رونما
ہوئے جن کو منحوس خیال کیا گیا۔ کرشن کی زندگی کے لئے
خطرہ محسوس کرتے ہوئے تمام گوپوں نے مل کر کرشن سے
کہا کہ یہاں بھیڑیئے اور دوسرے خونخوار جانور پیدا ہو
گئے ہیں اس لئے گوکل میں اب مزید ٹھہرنا مناسب نہیں
کسی دوسری جگہ چلے جانا چاہئے۔ کرشن نے بندرابن
کو جو جمنا کے دائیں طرف بجانب مغرب ۵/۴ میل کی دوری
پر تھا ہجرت کر جانے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ ساری قوم
گوکل چھوڑ بندرابن میں آ بسی۔ یہاں آ کر مردوں عورتوں
نے اندر دیوتا کی پوجا کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ مگر
کرشن نے اپنی قوم کو تمام پرانی رسومات ترک کر کے
قدرتی مناظر پر غور کرنے کی تلقین کی کہ یہ خدا کی قدرت
کا مظہر ہیں۔ گووردھن پہاڑ پر جا کے تین دن رات تک

خوب جشن منایا گیا۔ ہزاروں بھیڑ بکریاں بگاٹے بھینسیں
کاٹی گئیں۔ اندر دیوتا کی پوجا ترک کر دینے سے وہ
ناراض ہو گیا اور متواتر سات دن رات تک موسلا
دھار بارش برساتا رہا۔ کرشن نے گووردھن پہاڑ کو
اٹھا کر کے اس کے نیچے اپنی قوم کو پناہ دی۔

کرشن کی شہرت اور بندرابن کی خوشحالی
کی خبریں متھرا تک پہنچیں۔ کنس کو بڑی تشویش ہوئی۔
اس نے کرشن کو مقابلہ کا چیلنج دیا۔ جسے کرشن نے قبول
کر لیا۔ گوالوں گوپیوں کو بڑی تشویش ہوئی مگر کرشن نے
یہ کہہ کر ان کو تسلی دی کہ کنس کو مردہ ہی سمجھو۔ مقابلہ
ہوا کنس مارا گیا۔ کنس کو مارنے کے بعد کرشن بندرابن واپس
نہیں گیا۔ اس نے گوپوں سے کہا کہ میری ماتا سے کہنا کہ
مجھے بھول جائے۔ میرے فرائض مجھے کسی دوسری جگہ بلا
رہے ہیں۔

کرشن اپنے آبائی شہر متھرا کو چھوڑ جنگل صحرا
ندی نالے عبور کرتا ہوا اپنے قبیلہ کو سمندر کے کنارے
لے آیا جہاں اس نے ایک نئے شہر دوارکا کی بنیاد ڈالی

جب کرشن دوارکا میں آباد ہو گیا تو ادھر شمالی
ہند میں پانچال (گڑھوال سے دامن ہمالہ کی ایک ریاست)
کے راجہ دروپد کی لڑکی دروپدی کے سوئمبر کی رسم شروع
ہوئی۔ ملک بھر کے راجکمار مقابلہ کے لئے وہاں جمع ہوئے
پانڈو بھی سادھوؤں کے بھیس میں وہاں موجود تھے۔
مقابلہ ہوا۔ دروپدی نے جے مالا ارجن (پانڈو پتر) کے
گلے میں ڈال دی۔ کوروؤں نے اسے اپنی توہین سمجھا اور
[illegible]

میں رہے۔

پانڈوؤں نے کوروؤں سے اپنے باپ کے حصّہ کا مطالبہ کیا مگر وہ ان کو کوئی حصّہ دینے کے لئے تیار نہ تھے۔ آخر بھیشم پتامہ کے زور دینے پر جنگل کا ایک حصّہ کھانڈو پرستھ (جمنا کے کنارے) دینے پر رضامند ہو گئے۔ جسے پانڈوؤں نے دن رات محنت کر کے جلد ہی خوشحال بنا لیا۔ مگر کورو ان کی اس خوشحالی سے جل اُٹھے ان کو جوا کھیلنے پر آمادہ کر لیا۔ پانڈوؤں نے سب کچھ جوئے میں ہار دیا اور ۱۳ برس کا بن باس قبول کیا یہ عرصہ گزارنے کے بعد پانڈوؤں نے واپس آ کر پھر اپنے علاقہ کی واپسی کا مطالبہ کیا مگر کوروؤں نے دینے سے صاف انکار کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں کروکشیتر (دہلی کے شمال میں اب ایک بڑا تیرتھ ستھان) میں ۱۸ دن تک خونریز جنگ ہوئی جسے مہابھارت کی جنگ کہا جاتا ہے۔

کروکشیتر میں طرفین کی فوجیں آمنے سامنے کھڑی ایک دوسرے کے خلاف جوشِ انتقام میں چنگھاڑ رہی تھیں۔ پانڈو جنگ سے خوش نہ تھے۔ ارجن نے جب مدِمقابل فوج پر نگاہ ڈالی تو اسے اپنے ہی بھائی بندوں کے سر کٹتے نظر آئے۔ وہ ایک عجیب الجھن میں پڑ گیا۔ ایک طرف اس کا کھشتری دھرم اسے جنگ کرنے پر مجبور کر رہا تھا تو دوسری طرف اپنے ہی بھائیوں بزرگوں اور گوروؤں کا خون بہتا دکھائی دیتا تھا۔ وہ یہ فیصلہ نہ کر سکا کہ کیا کرے؟ بالآخر اس نے کرشن سے کہہ دیا۔

"اے کرشن میدانِ جنگ میں آئے ہوئے جنگ کے خواہشمند اپنے ہی رشتہ داروں کو دیکھ کر میرے انگ ڈھیلے پڑتے جا رہے ہیں۔ منہ سوکھا جا رہا ہے۔ میرا جسم کانپ رہا ہے اور میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں۔ میں کھڑا بھی نہیں ہو سکتا۔ اپنے ہی بھائیوں، بزرگوں اور گوروؤں کو قتل کر کے حکومت حاصل کرنے کی بجائے میں بھیک مانگ کر زندگی گزار لوں گا۔ مگر میں ان کو قتل کرنا نہیں چاہتا۔ یہ کہہ کر ارجن نے شکستہ دل ہو کر کمان اپنے ہاتھ سے رکھ دی اور ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا۔"

ویدانت شاستروں اور سمرتیوں میں لکھا ہے کہ دنیاوی مصروفیتیں انسان میں خواہشات اور رغبتیں پیدا کرتی ہیں۔ جب تک یہ خواہشیں اور رغبتیں پیدا ہوتی رہیں گی۔ حقیقی سُکھ اور دائمی نجات حاصل نہیں ہو سکتی حقیقی سکھ اور دائمی نجات حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان دنیاوی مصروفیتوں کو یکدم ترک کر کے جنگلوں میں نکل جائے۔ ارجن نے بھی تسکین قلب حاصل کرنے کے لئے یہی راہ اختیار کر لینے کا مصمّم ارادہ کر لیا تھا۔ اگر ارجن اس نازک وقت میں جنگ سے نکل جاتا تو پانڈوؤں کے لئے فتح حاصل کرنے کا کوئی امکان نہ تھا۔ پانڈوؤں کے شکست کھا جانے کی صورت میں ملک سے نیکی اور انصاف کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور اس کی بجائے کوروؤں کی جبر و ظلم کی حکومت قائم

ہو جاتی۔ پس اس نازک وقت میں کرشن نے ارجن کو جو تعلیم دی وہ گیتا کے نام سے مشہور ہے۔ کرشن نے موت کی وادی میں زندگی کا پیغام دیا۔ ارجن کو اس کے فرائض کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اسے کرم یوگ اور گیان یوگ کا سبق دیا گیا۔ میں زیادہ تر انہیں دو مسئلوں کو بیان کیا گیا ہے۔

اس ضمن میں یہ بھی سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ گیتا میں جو تعلیم دی گئی ہے کیا وہ کرشن کی طرف سے ہے۔ جنگ کے بعد ارجن نے ایک بار کرشن سے کہا۔

"بھگوان! جو اپدیش (نصیحت) آپ نے مجھے جنگ کے آغاز میں دیا تھا۔ میں اسے بھول گیا ہوں۔ کرپا کر کے ایک بار پھر مجھے بتلائیے۔"

کرشن نے جواب دیا۔ "ارجن! تم نے اسے بھلا دیا تو بے وقوفی کی۔ اس وقت میں نے یوگ یُکت اَنتہ کرن یعنی عالم مراقبہ میں گئے ہوئے دل سے وہ اپدیش دیا تھا اب ممکن نہیں کہ میں ویسا ہی اُپدیش پھر سے دے سکوں۔"

کرشن نے اپنے وعظ میں صیغہ واحد متکلم استعمال کیا ہے مثلاً:-

"میں نے ہی یہ سارا جہان پیدا کیا ہے
عقلمند لوگ ہی میری عبادت کرتے
ہیں۔ میرے سوائے اور کوئی معبود نہیں"

اور اسی طرح کہا:-

"زندگی اور موت میرے ہی اختیار
میں ہے۔ مجھے ہی ایک خدا مانو جو
خلوصِ دل کے ساتھ میری عبادت
کرتا ہے وہ مجھ سے ہی آملتا ہے
اور ہمیشہ کے لئے نجات پا جاتا ہے"

اس قسم کے الفاظ کا خلقِ عالم اور موت و حیات پر تصرّف کا دعویٰ کوئی انسان نہیں کر سکتا۔ یہ الفاظ گو اگرچہ کرشن کے منہ سے نکلے مگر حقیقتہً یہ کسی بالا ہستی کی طرف سے کرشن پر القاء ہو رہے تھے۔ اور کرشن اس وقت اس ہستی کے تصرّف میں تھے۔

کرشن نے ارجن کو مایوسی کی حالت میں دیکھ کر اسے سمجھایا کہ "دنیا کی تمام چیزیں فانی ہیں۔ یہ پیدا اور فنا ہوتی رہتی ہیں۔ لافانی صرف ایک خدا کی ذات ہے جو ہر جگہ حاضر و ناظر ہے جو خالقِ زمین و آسمان ہے۔ پس مرنے اور مارنے سے ڈرنا نہیں چاہیئے۔ زندگی اور موت کوئی حقیقی چیز نہیں اس کی مثال صرف پرانے کپڑے اتار کر نئے پہننے کی ہے تو کھشتری ہے کھشتری کا فرض جنگ کرنا ہے۔ اگر تو اس وقت جنگ نہیں کرے گا تو گنہگار ہو گا۔ اس دھرم یدھ یعنی جہاد نے تمہارے لئے سورگ (جنت) کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ اگر تو مر گیا تو سورگ کو جائے گا اور اگر فتح یاب ہو گیا تو حکومت کے مزے اڑائے گا۔"

کرشن نے ارجن کو کرم یوگ کا سبق دیا۔ کرم یوگ کے معنی ہیں کام میں لگے رہنا۔ انسان کو چاہیئے کہ انانیت چھوڑ کر خوشی غمی سکھ دکھ کے احساسات سے بالاتر ہو کر خدا پر بھروسہ رکھتے ہوئے نتیجہ سے بے نیاز ہو کر خلوصِ دل کے ساتھ کام کرتا

دیتے اور دل میں کبھی یہ خیال پیدا نہ ہونے دے کہ یہ کام میں نے کیا ہے۔ کرشن نے کہا کہ وہ لوگ غلطی پر ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ حقیقی سکھ اور دائمی نجات حاصل کرنے کے لئے دنیاوی کام کاج ترک کرکے جنگلوں میں نکل جانا چاہیئے۔ دنیا میں کوئی انسان بغیر کام کے رہ نہیں سکتا۔ اس کا اٹھنا بیٹھنا۔ چلنا پھرنا۔ کھانا پینا، سونا جاگنا اور سانس لینا۔ بولنا وغیرہ۔ یہ بھی تو کام ہی ہیں۔ اگر دنیاوی کام کاج ترک کر دیئے جائیں تو دنیا کا سلسلہ ختم ہو جائے۔ قدرت نے انسان کو جو طاقتیں دی ہیں ان کا استعمال نہ کرنا بھی تو انسان کو گنہ گار بنا دیتا ہے۔ انسان دنیا میں رہے ان طاقتوں کا استعمال کرے مگر قانون قدرت کے ماتحت رہ کر۔ پھر ایسے شخص کی خواہش، خواہش نہیں رہتی اور نہ رغبت، رغبت ہوتی ہے۔ اس اصول کے ماتحت کام کرنے والا گناہ میں ملوث نہیں ہو سکتا۔ جو شخص اپنے سب معاملات خدا کے سپرد کرکے خواہشوں کو چھوڑ کر کام کرتا رہتا ہے وہ شخص پانی میں کمل کے پتے کی طرح کسی گناہ میں ملوث نہیں ہوتا۔ یہ ضروری ہے کہ اپنے جذبات پر کنٹرول رکھے۔ جس نے اپنے جذبات پر قدرت حاصل کر لی اس نے گویا دنیا پر فتح حاصل کر لی۔

من جیت لیو جگ جیت لیو

من ہار گیو جگ ہار گیو"

جس کو اپنے جذبات پر کنٹرول حاصل نہیں اس کی مثال اس کشتی کی ہے جو بغیر ملاح کے سمندر میں طوفان کی لہروں کی تھپیڑیں کھا رہی ہو۔ ایسی کشتی بالآخر ڈوب جایا کرتی ہے۔ کرم یوگ کا مطلب یہی ہے کہ انسان کام میں لگا رہے اور دل میں خدا کو یاد کرتا رہے۔ دست در کار و دل با یار کی کیفیت ہو۔

جیوں تریا پیہر لیسے سرتی رہے سکھ ماہیں

ایسے جن جگ میں رہے ہری کو بھولت ناہیں

جس طرح بیوی مائیکے رہتی ہوئی بھی دل میں اپنے پیا کو یاد کرتی رہتی ہے اسی طرح انسان کو چاہیئے کہ دنیا میں رہے اور خدا کو دل سے ہرگز نہ بھلائے۔

کرشن نے زندگی کا دوسرا راستہ گیان یوگ بتلایا گیان یوگ کے معنی ہیں گیان یعنی علم معرفت حاصل کرنے میں کوشش کرتے رہنا۔ گیان سے اگیان یعنی علم معرفت سے جہالت دور ہوتی ہے۔ علم معرفت حاصل ہو جانے سے زندگی اور موت کے سب راز اس پر کھل جاتے ہیں اور اس کو سب چیزوں میں خدا ہی خدا نظر آتا ہے۔ کرشن نے کہا:-

"ہون کرنے میں خدا ہے۔ ہون میں ڈالی جانے والی اشیاء میں خدا ہے ہون کی آگ میں خدا ہے۔ ہون کرنے والے میں بھی خدا ہے اس کے ہر کام میں خدا ہی خدا نظر آتا ہے۔ بالآخر وہ خدا میں ہی مل جاتا ہے جو اس کے رنگ میں رنگا جاتا ہے اس کا دوبارہ جنم نہیں ہوتا۔"

مگر یہ گیان یعنی علم معرفت کہاں سے اور کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے؟ اس بارہ میں کرشن نے کہا:...

"حقیقی علم حاصل کرنے کے لئے تمہیں
یوگی یا سنیاسی بن کر جنگلوں اور
پہاڑوں میں جانے کی ضرورت نہیں
بلکہ پوری عاجزی کے ساتھ سر جھکاتے
ہوئے - خدمت کرتے ہوئے خلوصِ
دل کے ساتھ سوال کرتے ہوئے علم
معرفت رکھنے والے بزرگوں کے پاس
جا۔ وہ تجھے علمِ معرفت کا سبق دینگے۔"

نہ تو جوگی بن نہ بیراگی بن نہ لگا کے خاک تو بن میں جا
جو خدا کو ہے تو نے ڈھونڈنا کسی معرفت کے حضور میں جا

اسی طرح منڈک اپنشد میں بھی لکھا ہے:-
"علمِ معرفت حاصل کرنے کے لئے
سالک کو چاہیئے کہ حسبِ توفیق کچھ
نذرانہ ہاتھ میں لے کر تکبر چھوڑ کر
برہم نشٹھ یعنی خدا رسیدہ بزرگوں
کے پاس جائے۔"

ارجن نے کہا۔ "بھگوان من بڑا چنچل (شوخ) ہے
نہ چاہتے ہوئے بھی گناہ کر بیٹھتا ہے اس سے چھٹکارا
حاصل کرنے کا اُپائے بتلایئے!"
شری بھگوان نے کہا:-
"سب دھرموں کو چھوڑ کر میری پناہ
میں آجا۔ میں تجھے سب گناہوں سے
پاک کردوں گا۔ تو فکر مت کر۔"
بھگوان کرشن نے کہا:-

"تجھے مایوس نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ
اگر تمام پاپیوں سے بڑھ کر بھی تیرے
پاپ ہوں تو بھی تو علمِ معرفت کی کشتی
میں سوار ہو کر تمام پاپوں کو پار کر جائیگا"

جب گناہوں سے نجات حاصل کرنے اور علمِ معرفت کے حصول کے بارے میں ارجن کو تسلی ہو گئی تو کرشن سے کہنے لگا۔ "بھگوان مجھے اپنا جلوہ دکھایئے۔ میں آپ کا خدائی جلوہ دیکھنا چاہتا ہوں۔"

شری بھگوان نے کہا:۔
"تو مجھے ان مادی آنکھوں سے
دیکھنے کی ہرگز تاب نہیں رکھتا۔ میں
تجھے روحانی آنکھیں دیتا ہوں۔ جن
سے تو میری خدائی طاقت دیکھ سکیگا"

اس کے بعد بھگوان نے اپنا خدائی جلوہ دکھایا۔ اس کی مثال اس طرح دی جا سکتی ہے کہ اگر آسمان پر ہزار سورج یک وقت چمک اٹھیں تو ان کی جو روشنی ہو گی وہ بھی اس پرماتما کے نور کے برابر شاید ہی ہو سکے۔ یہ جلوہ دیکھ کر ارجن کانپ اٹھا۔ اس کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ ؎

تابِ نظارہ کہاں دیکھے جو اس کے جلوے
بجلیاں کوندتی ہیں جب لبِ بام آتے ہیں

ارجن بے اختیار ہو کر پکار اٹھا:۔
"ہے دیو! میں نے تمہیں سب قدرتوں
کے ساتھ دیکھ لیا۔ تو ہی اس جگت
کا آسرا ہے۔ تیرا آغاز، تیرا وسط اور
تیری انتہا مجھے دکھائی نہیں دیتا۔ میرا
دل گھبرا گیا ہے۔ میں خوف زدہ ہو
گیا ہوں (۱۱/۴۵) میرا دل قابو میں نہیں
رہا۔ تمہیں ہزار بار نمسکار ہے۔
ہے غیر محدود طاقت والے آپ
کے لئے آگے سے بھی نمسکار ہے پیچھے
سے بھی نمسکار ہے۔ ہے سب کے
آتما! آپ کے لئے سب طرفوں سے
ہی نمسکار ہے۔ کیونکہ بے حد طاقت
والے آپ سب جہانوں کو اپنے اندر
سمیٹے ہوئے ہیں۔ اس لئے مجھے چاروں
طرف آپ کا ہی جلوہ دکھائی دیتا ہے"

؎ "سم درشٹی ست گرو کیا مٹیا بھرم وکار
جہاں دیکھوں تہاں ایک ہی صاحب کا دیدار" (کبیر)
یعنی ع "جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے"

"ہے پربھو! میں بصد ادب اپنا سر
آپ کے پاؤں پر رکھ کر سلام کر کے
قابلِ تعریف خدا کو خوش کرنے کے
لئے عرض کرتا ہوں کہ جس طرح باپ
اپنے بیٹے کے۔ دوست اپنے دوست
کے، خاوند اپنی پیاری بیوی کے
قصور معاف کر دیتا ہے ویسے ہی
آپ بھی میرے گناہ معاف فرما دیں!"

ارجن کو تسکینِ قلب حاصل ہو گئی۔ اس کے سب شکوک و شبہات دور ہو گئے۔ سنیاسی یا یوگی بن کر جنگل

میں چلے جانے کا خیال دل سے نکل گیا اور کرشن کے بتلائے ہوئے کرم یوگ پر عمل کرتے ہوئے میدانِ جنگ میں کود گیا کرشن اس کا رتھبان تھا۔ کروکشیتر میں ۱۸ دن تک جنگ کر کے دشمنوں کو تہس نہس کر دیا۔

کرشن کی شخصیت:

کرشن یدو قبیلے کے ورشنی خاندان کا ایک فرد تھا۔ جس کی پیدائش الہامی تھی۔ جس کا بچپن، جوانی گوکل اور بندرابن کے گوپوں اور گوپیوں میں گزرا۔ گوپوں اور گوپیوں کو اس سے بے حد محبت تھی کرشن نقطۂ مرکز یہ تھا جس کے گرد وہ گھومتے تھے۔ اس کے قدم کے ساتھ قدم ملاتے۔ اس کی سانس کے ساتھ ان کی سانس چلتی۔ وہ ان کے دلوں پر حکومت کرتا تھا۔ اس کی ایک آواز پر دیوانہ وار گھروں سے نکل کر سب اس کے گرد جمع ہو جاتے۔ کرشن اگر چند لمحوں کے لئے بھی ان کی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا تو گوپیاں رو رو کر بے حال ہو جاتیں اور کہتیں:۔

"سورج کے بغیر دن کیسا؟ اور چاند کے بغیر رات کیسی؟ ساز کے بغیر گوپی کیسی اور کرشن کے بغیر ورج کیسا؟"

بعض تو کرشن کی محبت میں اس قدر محو ہو جاتے کہ محویت کے عالم میں پکار اٹھتے:۔

"میں کرشن ہوں"

بعض لوگ کرشن کی غیر معمولی شخصیت کا احساس کرتے۔ کہتے:۔

"تو انسان نہیں دیوتا ہے۔"

مگر کرشن ان سے کہتا:۔

"لوگو! میں نہ دیوتا[1] ہوں نہ گندھرو[2] یکھش[3] ہوں نہ دانو[4]۔ میں تو تمہارا رشتہ دار ہوں اس سے زیادہ مجھے اور کچھ نہ مانو۔"

ایک دفعہ کرشن نے اپنی بیوی رکمنی سے کہا:۔

"اے راجکماری! کئی دولتمند، بہادر

۱؎ فرشتہ ۲؎ سوم کا رکھوالا
۳؎ کبیر کا خادم ۴؎ دیوتوں کے دشمن

خوبصورت راجکماروں نے تجھے حاصل
کرنا چاہا۔ مگر تم نے ان پہ مجھے ترجیح
دی۔ میں تو غریب ہوں۔ غریب ہی
میرے ساتھ محبت کرتے ہیں۔ امیروں
کی امیر خاندانوں میں شادیاں ہوتی
ہیں مگر تم نے میرے جیسے ناکارہ کے
ساتھ شادی کی ہے مجھے تو اپنے گھر بار اور
تن بدن کا بھی ہوش نہیں۔ مجھے بیٹے
یا دولت کی کوئی خواہش نہیں۔ میں
تو اپنے آپ میں ہی خوش ہوں۔"

جوں جوں وقت گزرتا گیا کرشن کی شخصیت نمایاں ہوتی
چلی گئی۔ بدندابن کا گوالا اپنی قوم کا لیڈر بنا۔ اس
کی شہرت چاروں طرف پھیلنے لگی۔ ظالم کنس نے اسے
قتل کرانے کی کئی بار کوشش کی۔ مگر خود ہی کرشن کے
ہاتھوں قتل ہوا۔ لکھا ہے کہ
"کنس بدرچ کے پہلے ہفتہ میں قتل
ہوا تھا۔"

کرشن اپنے غیر معمولی اور بہادری کے کاموں کی وجہ
سے کھشتری شور بیر مانا جانے لگا۔ اپنی پاکیزگی طبع
اور غیر معمولی ذہانت کی وجہ سے لوگوں کا لیڈر بنا۔ پھر
اسے مہاپرش کا درجہ دیا گیا۔ پھر وہ اوتار مانا جانے
لگا۔ پھر انہیں پورن برہم سمجھا گیا۔ سب سے پہلے
بھیشم نے کہا۔ "کرشن تو النور ہے۔" پھر ایک وقت
آیا جب خود کرشن نے وضاحت سے کہہ دیا کہ اصلاح
خلق کے لئے مجھے مبعوث کیا گیا ہے۔ اس نے کہا:۔

"جب بھی دھرم کو نقصان پہنچتا
ہے تو اس کو دوبارہ قائم کرنے کے
لئے میں۔ ظاہر ہوتا ہوں۔"
"نیک لوگوں کی حفاظت کے
لئے اور بدکردار لوگوں کو برباد کرنے
اور دھرم کو قائم کرنے کے لئے یگ
یگ میں نمودار ہوتا ہوں۔"

کرشن نے ظالم کنس کو قتل کیا۔ جراسند کو مار کر
اس کی قید سے سینکڑوں اسیروں کو رہائی دلائی۔ دھرت
راشٹر کے ظالم، بے دین اور متکبر لڑکوں اور اس کے حاشیہ
کے ان کے حلیف راجوں مہاراجوں کو موت کے گھاٹ
اتارا۔ سچائی کی حکومت قائم کر کے امن کی فضا پیدا کی
کرشن صلح پسند تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوروؤں اور
پانڈوؤں کے درمیان جنگ ہو۔ اس نے صلح کرانے
کی انتہائی کوشش کی مگر دھرت راشٹر کے ضدی اور
متکبر بیٹوں نے اس کی کوئی بات نہ مانی۔ ششو پال جو
کرشن کی پھوپھی کا بیٹا تھا مخالفت میں پیش پیش تھا۔
اس نے یہ کہہ کر لوگوں کو بھڑکانے کی کوشش کی کہ کرشن
مرتد ہے اس نے اپنے بزرگوں کے دین کو بدل ڈالا ہے
اسے پکڑ لو اور قید کر لو۔ مگر کرشن پر ہاتھ ڈالنے کی کسی
کو جرأت نہ ہوئی۔ کرشن نے وہاں سے لوٹتے وقت
انہیں تنبیہ کی کہ میں نے کوشش کی کہ تم لوگ تکبر اور
ظلم کی راہ کو ترک کر کے انکساری اور انصاف کا
طریق اختیار کرو مگر تم نے میری بات کو رد کر دیا انہیں
اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ تمہاری عورتیں بیوہ

ہو جائیں گی اور تمہارے گھر یتیموں سے بھر جائیں گے۔

چنانچہ جنگ ہوئی۔ اٹھارہ دن کی جنگ میں آریوں کی تقریباً نصف آبادی تباہ ہو گئی۔ کورو قتل ہوئے۔ برباد ہوئے۔ پانڈو فتحیاب ہوئے۔ کرشن ظلم کو مٹا کر سچائی کی حکومت قائم کرکے واپس دوارکا چلا گیا۔ ساٹھ سال تک دوارکا میں حکومت کی۔ ایک وقت آگیا جبکہ کرشن کا قبیلہ بڑا متکبر اور بدعمل ہو گیا۔ کرشن نے دوارکا میں کچھ بدشگون اور منحوس علامتیں دیکھیں۔ اس نے لوگوں کو ہدایت کی کہ پرواسہ تیرتھ (گجرات میں پوربندر کے نزدیک ایک مقام) پر جاکر توبہ واستغفار کریں اور کچھ دن وہاں ہی ٹھہریں مگر انھوں نے وہاں جاکر بجائے توبہ واستغفار کرنے کے شراب پی کر خرمستیاں شروع کر دیں اور آپس میں لڑنا جھگڑنا ـــ شروع کر دیا۔ ان کی بدعملیوں کی وجہ سے یدو قبیلہ برباد ہو گیا۔ کرشن نے عورتوں سے کہا کہ اپنے بچوں سمیت دوارکا سے جلد باہر نکل جائیں۔ اس کے بعد سمندر میں بڑی بڑی طوفانی لہریں اٹھیں اور دوارکا سمندر میں غرق ہو گیا۔ کرشن دوارکا کو چھوڑ کر جنگلوں میں چلا گیا۔ کروکشیتر کی جنگ کے ساٹھ سال بعد ۱۲۵ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔

○

"خالد" آپ کو کیسا لگا؟ اپنی رائے سے مطلع فرمایئے اور اسے خوب سے خوب تر بنانے میں ادارہ کی مدد کیجئے!

سائنس کی دنیا

جناب طارق احمد بٹ کراچی

امریکی خلائی جہاز وائیکنگ کے مریخ کی سطح پر بحفاظت اتر جانے کی خبر پوری دنیا میں بڑی دلچسپی کے ساتھ سنی گئی۔ خلائی سفر میں امریکہ کی یہ ایک اور بڑی کامیابی ہے۔ امریکہ نے پہلی تاریخی کامیابی ۲۱ جولائی ۱۹۶۹ء میں انسان بردار خلائی جہاز اپالو کو چاند پر بھیج کر حاصل کی۔ امریکی خلانورد "نیل آرمسٹرانگ" پہلا انسان تھا جس نے چاند کی سطح پر قدم رکھا۔ تسخیر قمر کے بعد امریکی سائنس دانوں کی خلائی مہم کا ٹارگٹ مریخ قرار پایا۔ چاند کے بعد مریخ زمین کا قریب ترین سیارہ سمجھا جاتا ہے اور زمین سے ۱۲ کروڑ میل کے فاصلے پر ہے۔ خیال ہے کہ یہاں زندگی کے آثار موجود ہیں۔ مریخ پر بھیجے جانے والے وائیکنگ، خلائی جہازوں کا ایک مقصد ٹھوس سائنسی شہادتیں حاصل کرنے کے بعد اسی خیال کو یقینی بنانا بھی ہے۔

مریخ (مارس)

شروع میں شاعر و مذہبی لوگ مریخ کو "خنگ فلک" کا خطاب دے کر قتل و غارت کا دیوتا مانتے تھے۔ پرانے سائنسدانوں نے مریخ کو سرخ پایا تھا اور یہ واقعی زیادہ سرخ نظر آتا ہے۔ ماؤنٹ پلومر کی دیوہیکل دوربین سے معلوم ہوا کہ یہ واقعی سرخی مائل بھورا ہے کیونکہ اس میں بھورے رنگ کی ریت کے صحرا اور ریگستان ہیں۔ یہاں تک کہ پہاڑ اور ٹیلے بھی سرخی مائل بھورے ہیں۔ اس میں ہوا اور پانی کے بھی آثار ہیں۔ مریخ سورج سے چودہ کروڑ پندرہ لاکھ میل دور ہے۔ دو چھوٹے سیارے اس کے ساتھ چلتے ہیں۔ اس کا قطر چار ہزار دو سو ساٹھ میل ہے۔ زمین اس سے دس گنا بڑی ہے۔ زمین پر زیادہ سمندر ہیں۔ مریخ پر صرف تین چوتھائی کے برابر ہے لیکن اس کا دن ہمارے دن سے چالیس منٹ بڑا ہے۔ اس کا کرۂ ہوائی پانی کے بخارات اور آکسیجن سے مرکب ہے۔ اس سے بارش کا امکان ہے۔ معتدل حرارت موجود ہے جس میں جاندار گزارہ کر سکتا ہے۔

اس کا سال چھ سو ستاسی دن کا ہے۔ سورج کی گرمی کم پہنچتی ہے۔ فوٹو میں اس کے روشن اور تاریک حصے نظر آتے ہیں۔ خیال ہے کہ روشن حصے براعظم ہیں اور تاریک حصے سمندر ہیں۔ جدید تحقیق کے مطابق اس کی سطح پر تغیرات ہوتے رہتے ہیں۔ یہ ہلکی سی روشنی کے نقاب میں چھپا ہوا ہے اور بعض اوقات گہرے بادلوں میں چھپ جاتا ہے اس طرح تحقیق و تدقیق میں دقت پیش آتی ہے۔

وائکنگ مریخ پر

امریکہ کا غیر انسان بردار خلائی جہاز وائکنگ ۲۰ جولائی ۷۶ء کو تیسرے پہر مریخ کی سطح پر اترا۔ وائکنگ کے اترنے کی مقررہ جگہ کے غیر ہموار ہونے کے باعث اسے پانچ سو میل شمال مغرب میں اتارا گیا جب وائکنگ پیراشوٹ کے ذریعہ مریخ کی سطح پر اترا تو اس کے تھوڑی دیر بعد کیلیفورنیا کے خلائی مرکز میں وائکنگ کا پہلا سگنل موصول ہوا تو سائنسدانوں نے انتہائی خوشی کا اظہار کیا۔

وائکنگ نے مریخ کے گرد آلود میدانوں کی تصویریں کھینچیں۔ جیسی ہی کیلیفورنیا میں نظر آتی ہیں مریخ پر یہ گاڑی چاند کی سطح پر انسان کے قدم رکھنے کی ساتویں سالگرہ کے موقع پر اتری ہے۔ اسی دن کیلیفورنیا کے خلائی ہیڈ کوارٹر نے گاڑی سے پہلے بیانات وصول کئے۔ ان پیغامات نے ۲۱ کروڑ ۴۰ لاکھ میل کا فاصلہ ۱۹ منٹ میں طے کیا۔ بیضوی شکل کی گاڑی نے جیسے ہی مریخ کی سطح کو چھوا۔ اس کا انجن بند ہو گیا اور اس کے تین پہیے زمین میں دھنس گئے۔ یہ خلائی جہاز وائکنگ اوّل گزشتہ سال اگست میں زمین سے چھوڑا گیا تھا۔

پروگرام کے مطابق وائکنگ اوّل نے ۴ جولائی کو امریکہ کی دو صد سالہ سالگرہ کے موقع پر مریخ پر اترنا تھا لیکن اس کے اترنے کا پروگرام دو بار ملتوی کرنا پڑا۔ یاد رہے کہ اس سے قبل روس بھی مریخ پر خلائی جہاز اتارنے میں دو بار ناکام ہو چکا ہے۔

امریکی خلائی جہاز وائکنگ اوّل پر ۱۵ کروڑ ۳۰ لاکھ ڈالر خرچ ہوئے۔ امریکہ کا ایک اور خلائی جہاز وائکنگ دوم ستمبر میں مریخ پر پہنچے گا۔

وائکنگ دوم دو گاڑیوں پر مشتمل ہے ایک ایٹمی طاقت سے کام کرنے والی ایک ٹن وزنی لینڈر ہے جو ایک چھوٹی کار کے سائز کے برابر ہے اور اس کے المونیم کے تین پہیے ہیں اور دوسری گاڑی مدار میں چکر لگاتی رہے گی اور لینڈر گاڑی سے پیغامات اور تصاویر زمین پر بھیجے گی۔ توقع ہے کہ لینڈر ۹۰ روز تک تجربات کرے گی۔ خلائی گاڑی میں تین کیمرے نصب ہیں۔

وائکنگ اول کی خلائی گاڑی مریخ کے شمالی نصف کرہ میں سہ پہر کے وقت اتری اس وقت درجہ حرارت نقطۂ انجماد یا اس سے اوپر تھا۔

امریکی خلائی جہاز وائکنگ ۱ نے مریخ سے پہلی مرتبہ رنگین تصویریں بھیجیں۔ یہ تصویریں بھورے اور مٹیالے رنگ کی ایسی صحرائی زمین کی معلوم ہوتی ہیں۔ جیسے آسٹریلیا اور امریکہ کے صحرائی ہوں۔ امریکی سائنس دانوں نے وائیکنگ کی بھیجی ہوئی معلومات سے پتہ چلایا ہے کہ مریخ پر نائٹروجن موجود ہے۔ ان کا خیال ہے کہ دوسرا لازمی جزو آکسیجن بھی ضرور موجود ہوگا۔ امریکی سائنس دانوں کا خیال ہے کہ مریخ پر پہلے زندگی کے آثار موجود تھے۔ جو گاڑی مریخ پر اتری ہے اس سے مریخ کی مٹی حاصل کی جائے گی اور خلائی تجربہ گاہ میں اس کا تجزیہ کیا جائے گا۔

"مریخ کا آسمان نیلا، زمین سرخ،
چٹانیں بھوری مائل سبز اور کالی ہیں
اس کا ماحول ایک زمانہ میں بالکل
ایسا ہی رہ چکا ہوگا جیسا کہ آج کل
ہماری زمین کا ہے۔"

وائکنگ کے ذریعہ مریخ کی سطح کے بارے میں زمین تک جو ابتدائی تفصیلات پہنچی ہیں ان کا تجزیہ کرنے کے بعد یہاں "جیٹ پروپلشن لیبارٹری" کے سائنسدان نے یہ نتائج اخذ کئے ہیں۔

۲۱ جولائی کو مریخ کی سطح کے بارے میں وصول ہونے والی پہلی رنگین تصویریں دیکھنے کے بعد براؤن یونیورسٹی کے ڈاکٹر تھامس مچ نے کہا کہ :-

"چاند کے مقابلہ میں مریخ کا ماحول
ایک اعتبار سے زمین سے زیادہ مشابہت
رکھتا ہے سائنسدانوں نے کہا۔ ان تصویروں
سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یہ مریخ
کی سطح کی نہیں بلکہ امریکہ کے جنوب
مغربی حصہ میں واقع ـــــ ایریزونا
ـــــ کے صحرا کی معلوم ہوتی ہیں۔"

وائکنگ نے جو معلومات بھیجی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ مریخ پر آرگن گیس ایک فیصد اور نائٹروجن ۱۷ فیصد ہے ـــــ ہارورڈ یونیورسٹی کے ڈاکٹر مائیکل میکلرائے نے کہا۔ کہ اس وقت مریخ پر نائٹروجن کی جو مقدار موجود ہے وہ خود حیاتیاتی زندگی کے لئے کافی ہے۔ اگر ماضی میں مریخ پر پانی افراط سے موجود تھا تو وہاں زندگی کا آغاز ہو چکا ہوگا۔ ماحول کی تیاری میں شامل بڑا جزو کاربن ڈائی آکسائیڈ ہے۔ اگرچہ وہاں تھوڑی آکسیجن بھی موجود ہے

مریخ کا آسمان بھی نیلا ہے۔ اس لئے کہ ماحول میں جو گرد وغبار ہوتا ہے وہ سورج کی روشنی کو چاروں طرف پھینکتا ہے۔ زمین کے آسمان کو نیلا بنانے میں جو عناصر کام کرتے ہیں وہی مریخ پر بھی موجود ہیں۔ ماحول کے بارے میں معلومات کا تجزیہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ غالباً مریخ پر بھی زمین کی ابتدائی تاریخ کی طرح کا ماحول یا نامیاتی حیات موجود تھی ــــــ

ماہرین ارضیات کے مطابق مریخ کی گرد آلود سطح کے نیچے منجمد پانی کی گہری تہیں موجود ہیں۔ جن میں مٹی اور ریت بھی ملی ہوئی ہے۔ اس طرح پانی کی سطح تک پہنچنے کے امکانات موجود ہیں۔ وائکنگ اول کا موسمیاتی اسٹیشن اس بات کی نشاندہی کرے گا کہ آیا برف عارضی طور پر پانی میں تبدیل ہو سکتی ہے یا نہیں کیمرے سطح پر پیدا ہونے والی دھند کی تصویریں بھی لے سکیں گے۔

وائکنگ اوّل اور دوم کی کھینچی ہوئی تصاویر مریخ کے موسم اور اس کی زمین سے متعلق ان کی دوسری معلومات کے تفصیلی تجزیئے کے بعد ہی امریکی سائنسدان اس بات کا پتہ چلا سکیں گے کہ اس سیّارے میں پانی ہوا اور زندگی کے آثار وہاں موجود ہیں یا نہیں۔ اگر مریخ پر زندگی کا ثبوت مل گیا۔ یا یہ معلوم ہو گیا کہ چاند کے برعکس انسان مریخ پر اپنی زندگی برقرار رکھ سکتا ہے تو انسانی تاریخ کا یہ بڑا انقلاب آفریں انکشاف ہو گا۔ ایک ایسے دور میں جبکہ دنیا کی آبادی میں بڑی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے شہر گنجان سے گنجان تر ہوتے جا رہے ہیں اور یہ اندیشہ ظاہر کیا جا رہا ہے کہ آئندہ چند سال میں زمین پر انسانی آبادی کے لئے جگہ تنگ ہو جائے گی۔ اس صورت میں انسان کے لئے مریخ یا کسی دوسرے سیّارے میں آثار حیات کے امکانات فی الواقع بہت خیال افروز اور حوصلہ افزا ثابت ہو سکتے ہیں۔

اس بات کا بھی امکان ہے کہ مریخ میں آثار حیات یا کسی مخلوق کے ہونے کا خیال محض خوش فہمی ثابت ہو اور یہ سیّارہ بھی چاند کی طرح محض ایک بے آب و گیاہ ویرانہ نکلے۔

مریخ کے بعد اگلا سیّارہ جو خلائی مہم کا ہارگٹ ہو سکتا ہے وہ زہرہ (وینس) ہے لیکن اس کے بارے
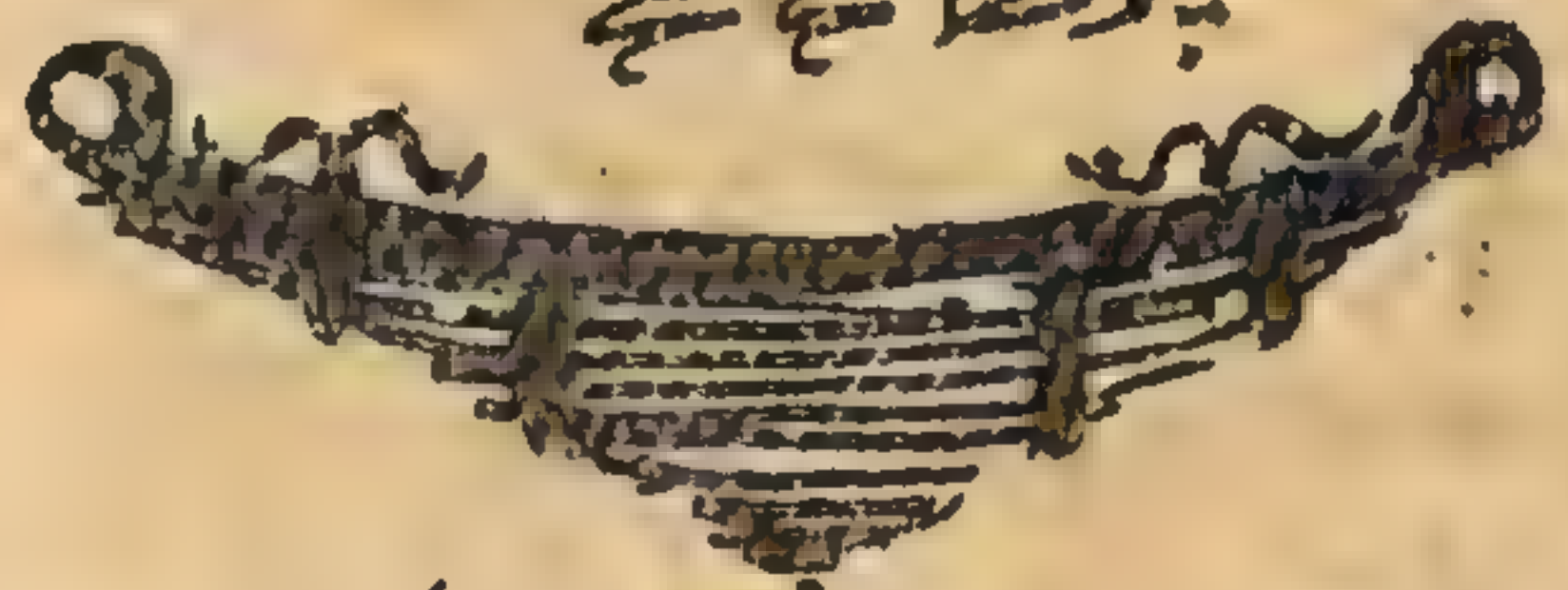
ہیں اب تک جو معلومات فراہم کی جا سکی ہیں۔ وہ مایوس کن اور حوصلہ شکن ہیں۔ اس اعتبار سے امریکہ کی اس خلائی مہم اور اس سے حاصل ہونے والی معلومات بڑی اہمیت کی حامل ہوں گی۔ اور آئندہ دوسرے سیاروں تک پہنچنے کے لئے خلائی سفر جاری رکھنے یا نہ رکھنے کے سوال پر اس کا گہرا اثر پڑ سکتا ہے کیونکہ اس قسم کی مہموں پر امریکہ اور روس کو اربوں ڈالر خرچ کرنے پڑتے ہیں۔

اگر سیاروں پر آثار حیات تلاش کرنے کی ان مہموں کے نتیجہ خیز ہونے کے کچھ زیادہ امکانات نہ ہوں تو امریکہ اور روس یہی وسائل خلائی سائنس کے بعض دوسرے شعبوں پر خرچ کر سکتے ہیں جن سے دوسری تمام اقوام اور پوری انسانیت کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ خصوصاً ترقی پذیر ممالک کو زمین کے گرد گھومنے والے مختلف قسم کے مصنوعی سیاروں کی خدمات فراہم کی جا سکتی ہیں جو مواصلات، تعلیم، موسمی معلومات اور ارضی حالات کا پتہ چلانے میں مفید ثابت ہوتی ہیں اور ان کی ترقی کی رفتار کو تیز کر سکتی ہیں۔

امریکہ نے وائکنگ دوم کی مہم پر جو اربوں ڈالر خرچ کئے ہیں وہ وائکنگ اول کے مریخ کی سطح پر کامیابی سے اتر جانے کی وجہ سے بے مصرف ثابت نہیں ہوئے۔ وائکنگ نمبر ۲ کو بھی اس طرح کی کامیابی حاصل ہو گئی تو یہ خلائی مہم بہت مؤثر اور کامیاب ثابت ہو گی۔

امریکہ کی طرح روس بھی مریخ اور زہرہ پر اپنے خلائی جہاز بھیجتا رہا ہے۔ لیکن وہ کسی نہ کسی سانحے کا شکار ہو گئے۔ سائنس کی مدد سے انسان اپنی طاقت میں برابر اضافہ کرتا جا رہا ہے۔ یہ طاقت اسے سیاروں پر بھی پہنچا سکتی ہے اور جہاں اس زمین کو اس کیلئے آرام و راحت کا گہوارہ بنا سکتی ہے وہاں خود انسانیت کی تباہی کا سبب بھی بن سکتی ہے جس کا اندازہ مہلک ایٹمی ہتھیاروں اور ان کے ذخائر سے لگایا جا سکتا ہے۔ امریکہ ہو یا روس یا سائنس کے میدان میں ترقی کرنے والی کوئی دوسری طاقت، اسے اپنی سائنسی قوت امن اور اقوام عالم کی ترقی و خوشحالی کے لئے استعمال کرنی چاہیئے۔ خصوصاً اگر امریکہ نے ایک "سپر پاور" (Super Power) ہونے کے اعتبار سے یہ طاقت امن، انصاف، پسماندہ اقوام کی خوشحالی کی خاطر اور جنگ و جارحیت ختم کرنے کے لئے استعمال نہ کی تو اس کا سیاروں تک پہنچنا انسانیت کے لئے کسی طرح بھی مفید ثابت نہیں ہو سکتا۔

○

مضمون نگار حضرات

سے گزارش ہے کہ اپنی نگارشات ارسال کرتے وقت مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھیں۔

مضامین خوشخط، روشنائی سے صاف صاف کاغذ کے ایک طرف پوٹ (حاشیہ) چھوڑ کر لکھیں، اور صفحہ نمبر درج لگائیں۔ لفافے کا وزن کروا کر پورا ڈاک خرچ معلوم کر کے ٹکٹ لگائیں۔ بیرنگ لفافے وصول نہیں کئے جائیں گے۔

(مینیجر خالد ربوہ)

طِبّ و صحت

درد — ایک نعمت

جناب ابو ندیم علوی۔ دوڑ (سندھ)

درد ہمیشہ سے ڈاکٹروں اور شاعروں کے لئے دو مختلف صورتوں میں موضوعِ بحث بنا رہا ہے۔ عام لوگ درد سے متعلق شاعروں کے نظریہ کو کوئی خاص وقعت نہیں دیتے۔ درد شاعروں کی نظر میں عین راحت اور دوسرے حضرات کے لئے وبالِ جان ہے مگر کیا واقعی درد وبالِ جان ہے اور درد کا نہ ہونا عین راحت ؟

ہسپتال میں ایک نوجوان آیا۔ اس نے ڈاکٹر سے کہا میری عمر بیس برس ہے لیکن میں درد کے لفظ سے نا آشنا ہوں۔ مجھے کئی خطرناک زخم لگے لیکن درد کا احساس نہیں ہوا۔ عام طور پر اس قسم کا آدمی خوش قسمت خیال کیا جاتا ہے لیکن درحقیقت وہ بدقسمت ہے۔ درد ایک نعمت ہے۔ درد خطرے کی گھنٹی ہے جو ہمیں اطلاع دیتی ہے کہ علاج کی ضرورت ہے۔ درد کے بغیر انسان اس جہاز کی مانند ہے جس میں آگ سے خبردار کرنے والے سگنل نہ ہوں۔ درد کسی بھی بیماری کے شروع ہونے کی اطلاع دیتا ہے اس لئے یہ ایک نعمت ہے۔

درد سے متعلق ڈاکٹر ہارڈے (Dr Hardy) کہتا ہے کہ:۔

"درد ایک قسم کا رفتار معلوم کرنے والا آلہ ہے جو بدن کے مختلف حصوں کو پہنچنے والی تکلیف کی رفتار کا تعیّن کرتا ہے۔"

درد کا احساس بنیادی طور پر مرد یا عورت بچے یا بوڑھے کو یکساں ہوتا ہے مگر یہ بات الگ ہے کہ بعض اسے کم محسوس کرتے ہیں بعض زیادہ۔ مثلاً بچے درد کو زیادہ محسوس کرتے ہیں اور بڑے کم۔ جوں جوں عمر بڑھتی جائے گی درد کا احساس کم ہوتا چلا جائے گا۔

درد کیسے محسوس ہوتا ہے ؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔ انسانی کھال میں ہزاروں درد کی جگہیں ـــــ (Pain Spots) ہیں جو چھوٹے چھوٹے اعصابی ریشوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ جب کبھی کسی شخص کے بازو یا پاؤں کو چوٹ لگتی ہے تو بازو یا پاؤں

کے اعصابی ریشے ایک خاص قسم کی لہریں پیدا کرتے ہیں جنہیں درد محسوس کرنے والی چھوٹی نسیں (Pain sensitive Nerves) وصول کرتی ہیں۔ یہ لہریں ریڑھ کی ہڈی میں پہنچتی ہیں جہاں سے دماغ کے نچلے حصے میں وصول کی جاتی ہیں اور اس طرح درد کا احساس شروع ہوتا ہے۔ دماغ کے نچلے خانے سے ایک انچ پر "تھلمس" نامی دوسرا خانہ ہوتا ہے جس کا تعلق براہ راست جذبات اور دماغ سے ہوتا ہے درد کا مکمل اثر اس وقت ظاہر ہوتا ہے۔ جب یہ لہریں "تھلمس" سے ڈیڑھ انچ اوپر دماغ کے آخری حصے "کارٹیکس (Cortex)" میں پہنچتی ہیں۔ جہاں لاکھوں کی تعداد میں اعصابی خلیے ہوتے ہیں جو چوٹ لگنے کی صورت میں درد کا احساس پیدا کرتے ہیں۔

عام حالات میں درد کے کم یا زیادہ ہونے کا مدار اس بات پر ہے کہ اس کے سگنل کتنے وقت میں دماغ تک پہنچتے ہیں۔ پاؤں کی انگلی پر جب چوٹ لگتی ہے تو شروع میں بہت تیز درد اور جھٹکا محسوس ہوتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ درد کی لہریں اندازاً ۲۲۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دماغ کی طرف دوڑتی ہیں اور ایک جھٹکے میں درد کا احساس پیدا ہو جاتا ہے لیکن جب رفتار کم ہو کر دو تین میل فی گھنٹہ رہ جاتی ہے تو درد کم ہو کر جلن (Burning) میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ سخت چوٹ سے ایک دم تکلیف نہیں ہوتی مثلاً بندوق کی گولی سے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ دھماکہ کے سبب درد کے اعصاب ختم ہو جاتے ہیں اور لہریں دماغ تک پہنچنے نہیں پاتیں۔ کلوروفارم یا دوسری نشہ آور اشیاء بھی یہی کام انجام دیتی ہیں۔ جسم کے اوپر والے حصے میں اگر چوٹ لگے تو جسم کے نچلے حصے میں چوٹ لگنے کی نسبت اس کا درد زیادہ ہوتا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ جسم کے اوپر والے حصے میں درد کی جگہیں (Pain Spots) زیادہ ہوتی ہیں

سر درد کیا ہے؟

سر میں درد محسوس کرنے والی نسیں ہوتی ہیں لیکن جو شریانیں دماغ کی طرف خون لے کر آتی ہیں ان کی تعداد زیادہ ہوتی ہے اس لئے درد دراصل سر میں انہیں خون کی نالیوں میں ہوتا ہے

درد کی اقسام:

(۱) پرکنگ (Pricking) جب درد بہت جلد محسوس ہوتا مثلاً جب کھال کٹ جاتی ہے یا جل جاتی ہے۔

(۲) برننگ (Burning) یہ درد جسم کے محدود حصوں پر تقسیم ہوتا ہے۔

(۳) ایکنگ (Aching) یہ جسم کے اندرونی بناوٹ میں ہوتا ہے۔

جب ہمارے جسم کو تکلیف پہنچتی ہے تو اس کا اثر دل، دماغ اور پھیپھڑوں پر ہوتا ہے۔ دل کی

روزہ اور نماز

"روزہ اور نماز ہر دو عبادتیں ہیں روزے کا زور جسم پر ہے اور نماز کا زور روح پر ہے۔ نماز سے ایک سوز و گداز پیدا ہوتا ہے اس واسطے وہ افضل ہے۔ روزے سے کشوف پیدا ہوتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد ہفتم ص ۳۷۹)

حرکت تیز ہو جاتی ہے اور خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے

درد ناپنے کا آلہ:

درد کو ناپنے کے لئے "ڈالریمیٹر" نام کا ایک آلہ ایجاد کیا گیا ہے۔ درد کو یونانی زبان میں "ڈالر" کہا جاتا ہے۔ اسی آلے کی ہر ڈگری کو ڈال (Dol) کہتے ہیں۔ معمولی درد کی شرح نصف ڈال ہوتی ہے عام طور پر سر درد دو یا تین ڈال ہوتا ہے لیکن پیٹ کا درد دس ڈال بھی ہو سکتا ہے۔

جناب ایل۔ خ ملک۔ ہری پور ہزارہ

پتھروں کی بارش

تقریباً گھنٹے کے آرام کے بعد ہم نے اپنی ڈائیسنٹ ...... پڑھتے ہوئے چوٹی کی طرف اترنا شروع کر دیا۔ یوں معلوم ہوتا تھا گویا ایک کنوئیں میں اتر رہے تھے۔ نیچے پاؤں میں منزل نظر آ رہی تھی ـــــ کٹھن منزل ـــــ اور راستے کا کوئی نشان نہ تھا۔ عربی شعر یاد آگیا۔ ؎

أری ماءً ولی عطش شدید

ولکن لا سبیل الی الورود

جتنی دعائیں یاد تھیں پڑھ ڈالیں اور پھر ’’در توکل زانوئے اشتر بہ بند‘‘ پر عمل کرتے ہوئے توکل بہ خدا نیچے اترنا شروع کیا۔ بجائے سیدھا نیچے جانے کے دائیں بائیں مڑ کر اپنی ’’فی فٹ اترائی‘‘ گھٹانے کی کوشش کی۔ کچھ دیر میں ہم اس حسابی عمل میں اس قدر محو ہو چکے تھے کہ نہ تو پیچھے مڑ کر سربلند چوٹی کی طرف دیکھنے کا دھیان تھا اور نہ ہی نیچے بر لب جھیل ـــــ مرزا صاحب کے خیمہ کی تلاش کے لئے تجسس باقی۔ ساری توجہ اسی طرف تھی کہ اس سے پہلے کہ قدموں کے نیچے ڈگمگاہٹ پیدا کرنے والے ’’نازبردار‘‘ پتھر اپنے ساتھ ہی لے چلیں۔ اگلا قدم کہاں رکھا جائے۔ پتھروں اور قدموں کی یہ آنکھ مچولی ابھی جاری تھی کہ اچانک ایک گڑگڑاہٹ سنائی دی۔ اوپر سے سنگریزوں کا ایک سیل بے کراں امڈا چلا آ رہا تھا۔ اور پھر جو غور سے دیکھا تو آنکھوں کو جو کچھ نظر آیا دل اب بھی اس کی تصدیق پر آمادہ نہیں۔ ایک درخت کے قریب جنگلی بکریاں ہمارے لئے ملک الموت کا ہراول دستہ بن کر ان پتھریلی عمودی ڈھلوانوں پر کلیلیں کرتی دوڑتی چلی جا رہی تھیں۔ خدا جانے ان ظالموں کو اپنے چار چار پاؤں ٹکانے کے لئے جگہ کہاں سے مل رہی تھی جبکہ ہمارے لئے دو پاؤں کا ٹکانا بھی ایک مسئلہ تھا۔ ہم صرف یہ دیکھ رہے تھے کہ ان کا ہر [illegible] پتھروں کی بارش برسا رہا تھا۔ جابجا لغزیدہ پتھروں کا بچھا ہوا شدید ریلا تھا۔ ہم جیسے کھڑے ہو کر بھی اپنے قدم پھسلنے سے بچانے کی فکر میں تھے۔ ان

بے شمار پتھروں سے کیسے بچتے اگر خدا تعالیٰ کی رحمت کا ہاتھ ہمیں محفوظ نہ رکھتا۔ عزیزم ارشاد صاحب کو گھٹنے پر ایک چھوٹا سا پتھر لگا اور وہ بھی براہِ راست اوپر سے نہیں گرا تھا بلکہ قریب ہی زمین پر لگ کر دوبارہ اچھلا تھا اس لئے زیادہ چوٹ نہ آئی۔ الحمد للہ!

بعد میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ الودود کی ایک تقریر سنتے ہوئے مجھے خیال آیا کہ ان میں سے کسی پتھر کو بھی خدا تعالیٰ نے اجازت نہیں دی تھی کہ وہ ہمیں نقصان پہنچائے —— خیر! خدا تعالیٰ کے فضل سے بچ تو گئے مگر دل کی دھک دھک بہت دیر بعد تک جاری رہی۔ جانے ظالموں کا یہ رولر کہاں سے ہماری تاک میں تھا۔ جو اس پر کچھ کھڑکا نے آتے تو جناب رشید کہنے لگے اگر ذرا دیر ہوتی تو دو تین بکریاں اس وقت لڑھکتی ہوئی سیدھی ہمارے خیمہ کے دروازے تک پہنچ چکی ہوتیں اور مرزا صاحب سخت حیران ہو رہے ہوتے کہ یہ شکار کس شیر نے کیا ہے۔ بہرحال جس قدر دہشت ہمیں اپنے بچ جانے پر ہوئی بکریوں کے شکار سے کیا کم تھی۔

"جاتے جاتے شہر سے کچھ اور نیچے پہنچ کر ہم نسبتاً" آسان ڈھلوان پر پہنچ گئے تو جان میں جان آئی۔ پھر بھی ہم مڑ کر کبھی کبھی اوپر دیکھ لیتے کہ کوئی اور ستم گر ہماری تاک میں تو نہیں۔ قریب منزل سے خوف و ہراس کی شدت میں کمی محسوس ہوئی تو بے اختیار وہ خان صاحب یاد آ گئے جنہوں نے کبھی کچھ نہ کچھ پڑھنے گرنے کے خوف سے اونٹ کی قربانی کی نذر مانی تھی جوں جوں نیچے اترتے گئے، قربانی سکڑتی گئی اور

بالآخر نیچے پہنچ کر انہوں نے ایک جوں ذبح کرکے "جان کے بدلے جان" پر حساب چکا دیا۔

کنارِ آبِ جُو

اب ہمیں اپنا خیمہ بھی نظر آ رہا تھا۔ کوئی جانور بار بار خیمے کے اندر جا کر باہر آ رہا تھا۔ شاید کوئی جنگلی بکری ہمارے استقبال کو وہاں جا پہنچی تھی۔ ہم حیران تھے کہ ہمارے مرزا صاحب اور بشیر صاحب کیا ہوئے —— خیر! جھیل سیف الملوک کے قریب پہنچے۔ یہاں بڑے بڑے پتھر تھے۔ بیٹھ کر اوپر سے لڑھک کر آنے والے پتھروں سے پیچھا چھڑا کر اطمینان کا سانس لیا۔ یہاں پھر سیل جیسے جانور نظر آئے۔ رشید صاحب نے

پتھر کے زمانہ کے اپنے آباء کی طرح ان کا شکار پتھروں سے کرنا چاہا مگر کامیاب نہ ہوئے ۔ دراصل وہ چاہتے تھے کہ بکریوں کا بدلہ ان سے لے لیں ۔ آخر ان کے پڑوسی ہی تو تھے ۔ !

خیمے کے قریب پہنچے تو مرزا صاحب جھیل کی طرف سے آتے ملے اور اس تپاک سے ملے کہ کافی دالی بے رخی کی تلافی ہو گئی ۔ جب ہم نے اپنے حالات بتائے تو انہوں نے بار بار خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا ۔ جھیل سے نکلنے والے نالے کے پل کے پاس ہم نے بخیریت پہنچنے پر دو گانہ شکرانہ کی ۔

نمازوں کے بعد جب ہم نے مرزا صاحب سے کھانا مانگا تو انہوں نے آلو کے سوپ کا "مالائدہ" سامنے کر دیا ۔ مجھے خیال تو گزرا کہ اگر جھیل کے پانی کے استعمال کی رفتار یہی رہی تو اس میں سے نکلنے والا نالہ جلد ہی خشک ہو جائے گا ۔ مگر مرزا صاحب کے احترام میں چپ رہا ۔ ہم نے خیمے میں آنے جانے والے جانور کے بارے میں بھی زیادہ تحقیق نہ کی کیونکہ آتے ہی چند کتے ہم نے قریب پھرتے دیکھ لئے تھے اس لئے اس موضوع سے ہونے والے انکشافات ہمارے لئے کچھ خوشگوار نہ ہوتے ۔

جب عصر کی چائے کا مرحلہ آیا تو مرزا صاحب نے ایک دفعہ پھر چولہے کی ضد کی شکایت کی ۔ ہم حیران تھے کہ اس کا کیا کریں ؟ اگر باہر پھینکتے ہیں تو مرزا صاحب مرمت کے بہانے سے پھر اٹھا لائیں گے ۔ جھیل میں پھینکتے ہیں تو پانی خراب ہوتا ہے ۔ پھر ہم شوربہ کہاں سے پکائیں گے ۔ اگر مرزا صاحب نے پہلے ہی ہمارے سپرد کر دیتے تو ہم ہنسی خوشی چھوڑ آئے ہوتے یا کسی جنگلی بکری کے گلے میں باندھ دیا ہوتا ۔ اب یہی ہو سکتا تھا کہ چند دن اور "قہر درویش بر جان درویش" کے مصداق اس چولہے کی موجودگی برداشت کریں ۔

رات کا کھانا پکانے کے لئے ہم لکڑیاں اکٹھی کرنے نکلے تو جھیل کے کنارے کچھ فاصلے پر نارنجی رنگ کا ایک خوبصورت سا خیمہ دیکھا ۔ مرزا صاحب نے بتایا کہ یہ خیمہ ہمارے پڑوسی مسٹر سٹیو ایمری (Steve Emery) کا ہے ۔ یہ میاں بیوی امریکہ سے سیاحت کے لئے آئے ہیں ۔ میاں ہاؤس پینٹر ہیں اور بیگم آرٹسٹ ۔ (مرزا صاحب کی ہم پیشہ) مگر افسوس کہ محترمہ گونگی ہیں ۔ سن تو سکتی ہیں مگر بول نہیں سکتیں اس لئے اظہار خیالات کے لئے وسیلۂ قلم کی محتاج ہیں ۔

کھانے کے بعد جب سونے کا مرحلہ آیا تو احساس ہوا کہ ہمارے مختصر بستر یہاں کے لئے بالکل ناکافی ہیں اور یہ تلخ حقیقت ایک بار پھر منہ کھولے سامنے آ گئی کہ ہم میں سے ایک صاحب بستر کے بغیر ہیں اور گزشتہ دو راتیں انہوں نے ہمارے سب کے بستر اکٹھے کر کے عوامی بستر میں عیش کی ہے ۔

یادگار رات

مجھے آٹھ سال قبل مکرم عبدالسلام صاحب اور دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ سیف الملوک کے کنارے کھلے آسمان تلے گزاری ہوئی رات یاد آ گئی ۔ جب جھیل کے کنارے نالمیٹ ہٹ (Hut) کے چوکیدار نے

غیر دوستانہ رویہ پر احتجاج کے لئے ہمیں کھلے آسمان تلے ایک یادگار رات گزارنی پڑی۔ ہم پانچ تھے اور دو کمبل پاس تھے۔ سارے کمبل دو ساتھیوں کو دے کر سلا دیا اور باقی آگ جلا کر جھیل کے آئینے میں نظر آنے والے تارے گننے لگے۔ تارے ختم ہوئے تو لطیفے شروع ہو گئے۔ بھلا ہو سردار صاحبان کا کہ ان کا ذکر جو آیا تو بس آتا چلا گیا۔ آمد کا یہ حال تھا کہ ایک کا لطیفہ ابھی ختم نہیں ہوتا تھا کہ دوسرا سنانے کے لئے بیتاب ہوتا۔ میں نے سوچا جب کھلے آسمان تلے رات گزاری جا سکتی ہے تو خیمہ کے اندر کیوں نہیں گزرے گی؟

رات کاٹی خدا خدا کر کے

مشورہ کے بعد یہ طے ہوا کہ ہائیکنگ ٹیم چونکہ تھک کر آئی ہے اس لئے وہ تو اپنے اپنے بستر میں سو جائیں مرزا صاحب اپنی "بوری" میں۔ چونکہ اکیلے ہی آ سکتے تھے اس لئے وہ بھی سو جائیں۔ رہ گئے بشیر صاحب تو وہ خیمہ کے اندر آگ کا الاؤ روشن رکھیں۔ آگ جب بجھنے لگے گی تو سردی بشیر صاحب کو فوراً ہی بتا دے گی اور وہ جاگ کر پھر آگ جلا دیں گے۔ اس طرح یہ انسانی تھرمو سٹیٹ (THERMOSTAT) خیمے میں آگ بجھنے نہ دے گا اور مختصر بستر میں سوتے ہوئے ساتھی بھی آرام سے سوتے رہیں گے۔

انسانی تھرمو سٹیٹ تو وقفے وقفے سے آن (On) ہوتا رہا اور آگ جلتی رہی مگر لکڑیاں گیلی تھیں اور خیمے کے پردے گرے ہوئے ہونے کے باعث دھواں باہر نہیں نکل رہا تھا۔ خیمہ دھوئیں اور گیس سے بھر جاتا اور ہم بستروں میں دبکے اندر مٹی کی ہنڈیا میں پڑے چوہوں کی طرح گزارا کرتے رہتے۔ کبھی کبھار جو منہ باہر نکالتے تو فوراً بستر میں غوطہ لگانا پڑتا۔ تھوڑی دیر بعد اندر کی ہوا ختم ہو چکی تھی۔ مجبوراً سر باہر نکالنا پڑا۔ ایک الاؤ روشن تھا۔ سامنے ایک عجیب و غریب شکل کا ہیولا غنودگی اور غشی کی کیفیت میں جھول رہا تھا۔ دھوئیں کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ زمانہ قدیم کے کسی غار میں رہائش پذیر انسان کا تصور میرے ذہن پر چھا گیا۔ سر بوجھل ہو گیا تھا اور چکر آنے لگے تھے مگر قوت ارادی منجمد ہو چکی تھی۔ اتنے میں ساتھ کے بستر سے کوئی اچھلا اور چھلانگ لگا کر باہر بھاگ گیا۔ مجھے

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا

سالانہ اجتماع سنہ ۷۱ء

۲۲-۲۳-۲۴ اکتوبر بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار کو

ربوہ میں منعقد ہوگا

اس سال کے اجتماع میں خدام زیادہ سے زیادہ تعداد میں شرکت فرمائیں۔!

(معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ)

بھی بہت ہوئی۔ سارے اعضا سمیٹے اور بھاگ نکلا۔ باہر ہوا میں سانس لیا تو ہوش آئی کہ ہم سیف الملوک کے کنارے خیمہ زن ہیں اور خیمہ کے اندر تھرمو سٹیٹ بدستور کام کر رہا ہے۔ جلدی جلدی خیمے کے پردے اوپر پھینکے۔ سلگتی ہوئی لکڑیاں باہر پھینکیں اور گنتی پوری کی۔ الحمدللہ خیریت تھی۔ ارشاد صاحب نے بتایا کہ اچانک انہیں جاگ آئی تو متلی محسوس ہوئی اس لئے باہر دوڑے تھے۔ اب دوبارہ سب بستر اکٹھے کئے گئے اور حصہ رسدی راشننگ کی گئی۔ نئے بستروں میں پھر سے سونے کی کوشش کی۔ تھرمو سٹیٹ کو "آف" (off) کر دیا۔ درجہ حرارت گرنا شروع ہو گیا اور گرتا چلا گیا۔ ہمارے لئے اب سوائے فجر کے جلد طلوع کی دعاؤں کے اور چارہ نہ رہا۔

فجر کے آثار دیکھے تو بے اختیار سیف الملوک کی فضاؤں میں اذان کہنے کے لئے جوش آیا۔ وضو کے لئے جھیل کے کنارے گئے۔ پانی میں ہاتھ ڈالا تو محسوس ہوا۔ کٹ گیا ہے۔ جلدی سے کھینچ لیا۔ غور سے دیکھا تو کٹا نہیں تھا۔ سن ہو گیا تھا۔ لامحالہ تیمم کا قصد کیا۔ اب ایسے میں پاک خشک مٹی کہاں سے ملتی۔ رشید صاحب نے مشورہ دیا۔ برف سے تیمم کر لیں کیونکہ پاک بھی ہے اور خشک بھی۔ فقہ کی کتب میں برف کا نام نہیں پڑھا تھا اس لئے جھجک سی محسوس ہوئی۔ ایسے میں وہ برہمن یاد آیا جو جنوری کی ایک کہر آلود صبح گنگا اشنان کے لئے گیا تھا اور بیماری طرح پاؤں کانپ رہا تھا۔ لیکن ہوشیار نکلا ایک پتھر گنگا میں پھینکا اور کہا۔ "تورا اشنان سو مورا اشنان"۔

امریکن جوڑا

ناشتے سے فارغ ہوئے تھے کہ پڑوسیوں کی طرف سے پیغام پہنچا کہ آج وہ بھی روٹی پکانا چاہتے ہیں اس لئے انہیں آٹے کی ضرورت ہے۔ آٹا بھجوایا۔ جلدی ہی دوسرا پیغام آیا کہ آٹا گوندھنے کے ہاتھوں کو بہت چپکا ہے اور انہیں یہ سمجھ نہیں آ رہی کہ اس سے روٹی کیسے بنے گی۔ مرزا صاحب کو ان کی امداد (Rescue) کے لئے بھیجا گیا۔ کچھ دیر بعد ہمارے پڑوسی مسٹر سٹیو مرزا صاحب کے ساتھ تشریف لائے اور ہمارا ان سے تعارف ہوا۔ میں نے ان سے امریکہ، ہائیکنگ اور کیمپنگ کے متعلق کے متعلق بہت سی باتیں پوچھیں۔ معلوم ہوا کہ وہ ایک سال کام کرتے ہیں اور پھر دو سال ایشیائی ممالک (عموماً پاکستان ہندوستان نیپال) میں سیر و سیاحت میں گزارتے ہیں۔ میری حیرت پر انہوں نے بتایا کہ ایک سال کے کام میں میاں بیوی کا اتنا بچ جاتا ہے کہ وہ دو سال کے لئے ان ممالک میں گھوم پھر سکتے ہیں۔ مگر امریکہ میں اسی رقم سے وہ چند ماہ بھی نہیں نکال سکتے۔ رہائش کے لئے وہ اپنا ٹینٹ استعمال کرتے ہیں جو کل شام میں دیکھ چکا تھا۔ اور جس کا وزن صرف تین چار پاؤنڈ تھا میاں بیوی دونوں کیمپس کیمپس سیر و تفریح اپنی پیٹھ پر اٹھائے پھرتے ہیں۔ اس سامان میں ٹینٹ، سلیپنگ بیگ۔ چولہا، پانی کی بوتل۔ راشن اور برتن وغیرہ ضرورت کی تمام چیزیں شامل ہیں اس طرح وہ اپنا گھر کندھوں پر اٹھائے پھرتے ہیں۔ جہاں جی چاہا ڈیرے ڈال

دیئے۔ جب بھی جی چاہا آگے چل دیئے۔ کچھ دیر کے لئے میں ان کی خانہ بدوشانہ زندگی کے اس انداز پر رشک کرتے ہوئے تصورات میں کھو گیا۔

مسٹر سٹیو نے بتایا کہ سیاحت کے نقطۂ نظر سے انھیں نیپال سب سے پسند ہے اور وہ اکثر وہاں رہتے ہیں ایک لمبے عرصہ سے کوہ پیمائی کے لئے آنے والی غیر ملکی ٹیموں کے باعث سیاحت وہاں ایک بہت منفعت بخش ذریعہ بن چکی ہے۔ سیاحوں کی سہولت کے لئے بہت سے انتظامات کئے گئے ہیں۔ وہاں کے لوگ بہت ملنسار ہیں۔ غیر ملکیوں کو عجیب مخلوق سمجھ کر ان کا گھیراؤ نہیں کرتے۔ گاؤں گاؤں میں مہمانوں کے ٹھہرنے کے لئے انفرادی مہمانخانے موجود ہیں۔ جہاں کوئی بھی مہمان قیام کر سکتا ہے۔ خاتون خانہ اس مہمان خانے کا انتظام کرتی ہے۔ سب کے لئے دال چاول پک جاتے ہیں اور بہت معمولی خرچ پر مہمانوں کی ضروریات پوری ہو جاتی ہیں۔

میں نے ان کے ٹینٹ اور سلیپنگ بیگ میں دلچسپی ظاہر کی تو انھوں نے تفصیل بتائی۔ مجھے امریکہ کی بعض فرموں کے ایڈریس دیئے جو یہ سامان بناتی ہیں۔ ایسی کتابوں کے نام دیئے جن میں یہ اشیاء خود تیار کرنے کے طریقے دیئے گئے ہیں۔ میں اور بہت سی معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا مگر ان کے سگار کی مخصوص بُو میرے سر میں درد پیدا کر رہی تھی اس لئے بادلِ ناخواستہ یہ سلسلۂ حصولِ معلومات ختم کرنا پڑا۔

چیک کارڈ

اسی دوران رشید صاحب اور ارشاد صاحب بھی تحقیقات میں مصروف تھے چنانچہ پہلا انکشاف انھوں نے یہ کیا کہ محترمہ گونگی ہرگز نہیں ہیں بلکہ انھوں نے پندرہ دن کا "خاموش رہنے کا روزہ" رکھا ہوا ہے۔ ان کے خیال میں شیطانی خیالات سے بچنے اور روح کی پاکیزگی کے حصول کے لئے یہ روزہ بہت مفید ہے۔ کاغذ کے پرزوں پر ان کے لکھے ہوئے یہ جوابات میں نے بھی پڑھے۔ رشید صاحب کو انھوں نے ڈاکٹر ہونے کی نسبت سے پانی صاف کرنے والی گولیاں دیں۔ مرزا صاحب کے بنائے ہوئے سکیچز انھوں نے بہت پسند کئے اور واٹر کلر پنسلوں کا ایک سیٹ ان کی عظمتِ فن کو ہدیۂ عقیدت کے طور پر نذر کیا۔

(باقی آئندہ)

○

مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ

ماہ ستمبر میں خدام کے مطالعہ کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" مقرر ہے۔ قائدین سے گزارش ہے کہ وہ خدام سے مطالعہ کروائیں۔ یہ کتاب دفتر سے طلب کرنے پر بلا ڈاک خرچ منگوائی جا سکتی ہے۔ قیمت فی عدد پچاس پیسے

(مہتمم شعبہ اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ)

☆

دیس بہ دیس

جناب بشیر احمد خادم۔ ربوہ

پچھلے دنوں (۲۰ اگست ۱۹۷۶ء کو) حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے سویڈن کی پہلی مسجد کا افتتاح فرمایا۔ اس کی مناسبت سے سویڈن سے متعلق ایک معلوماتی مضمون ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے:۔ ـــــ (ادارہ)

یورپ کے انتہائی شمال کی جانب نظر ڈالیں تو آپ کو بحر اوقیانوس میں ایک شیر کی طرح کا جانور منہ کھولے اور دم دبائے بیٹھا نظر آئے گا۔ یہ شکل دراصل تین ممالک کا ایک ایسا جھرمٹ ہے۔ جنہیں سکنڈے نیویا کہا جاتا ہے۔ یہ ممالک ناروے، سویڈن اور ڈنمارک ہیں جو کارخانہ قدرت کے حیرت انگیز مناظر سے مزین ہیں۔ یہاں ایسے زبردست برفانی تودے (Glaciers) موجود ہیں جو پانچ ہزار فٹ تک بلند ہیں اور ان کے پگھلنے سے ان کے درمیان اتنا بڑا شگاف قائم ہے کہ ایک بھاری بحری جہاز اس کے اندر جا سکتا ہے۔ اس کے بعض علاقے قطب شمالی کے نہایت قریب ہیں جس کی وجہ سے موسم گرما میں چراغ یا بجلی جلانے کی ضرورت نہیں رہتی۔ نصف شب کے وقت بھی سورج چمک رہا ہوتا ہے۔ یہ ایک افسانوی پرستان ہے جہاں کی دنیا سمندر، چٹانوں، جنگلات اور پہاڑوں پر مشتمل ہے۔ اس کے پہاڑوں پہ سدا برفباری رہتی ہے جہاں آدمی آج بھی قدیم برفانی عہد کے انسان کی طرح رینڈیر کے گلے چرا رہا ہے۔ رنگا رنگ کے سمندری طیور لاکھوں کی تعداد میں،

مختلف موسموں میں یہاں بسیرا کرتے ہیں۔ مگر جنوب کی جانب آئیے تو یہاں آپ کو ایک نئی دنیا ملے گی جس میں قدیم و جدید کا حسین امتزاج ہوگا۔

پہاڑوں کا ایک طویل سلسلہ سویڈن کو ناروے سے جدا کرتا ہے۔ شمال میں اس کی ایک سرحد فن لینڈ سے ملتی ہے جس کے پرے روس کا وسیع علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔ روس کے قریب ہونے کی وجہ سے سویڈن کے ادارے اور روایات مغربی یورپ سے زیادہ قرب رکھتے ہیں۔ اور وہ اپنے دفاع کے لئے کثیر رقم خرچ کرتا ہے اور مغرب سے دفاعی معاہدات رکھتا ہے۔

سویڈن کی آبادی ساڑھے ستر لاکھ افراد پر مشتمل ہے اور ہر سہ سکینڈے نیوین ممالک میں سب سے بڑا ہے۔ مغرب میں ناروے کا علاقہ ہے۔ اندرونی طور پر یہ ملک تین تاریخی حصوں میں منقسم ہے۔ گاٹ لینڈ (Götland) جو کہ قدیم گاتھ کا وطن تھا۔ وسطی علاقہ سی لینڈ (Svealand) جو کہ سویر (Svear) قوم کا گھر تھا اور شمالی علاقہ نارلینڈ (Norrland) کہلاتا ہے جہاں خانہ بدوش چرواہے اور گلہ بان مقیم ہیں۔

گاٹ لینڈ (Götland) کا علاقہ گوٹ برگ کی عظیم بندرگاہ اور جہاز سازی کے کارخانوں کا شہر ہے۔ آب و ہوا نرم ہے۔ سکین (Skane) علاقہ جو کہ اگرچہ ۲۰۵ حصہ ہے مگر ملک کی ۱۲ فیصد آبادی یہاں رہتی ہے۔ یہ سویڈن کی اناج کی منڈی

کہلاتی ہے۔ یہاں قدیم سویڈن کے تاریخی مقبرے اور عمارتیں جا بجا ملتی ہیں۔ سویڈن کے یہ علاقے اپنی کچی دھاتوں اور عمارتی لکڑی کے لئے دنیا میں مشہور ہیں۔

نارلینڈ (Norrland) کا علاقہ اس قدر گھنے جنگلات سے اٹا پڑا ہے کہ اب گزشتہ صدی سے یہاں اندرونی سڑکیں اور راستے بنا کر آمد و رفت کے قابل بنایا گیا ہے۔ یہ علاقہ ملک کے نصف رقبے پر مشتمل ہے۔ اس کا ایک شہر کرونا Kiruna ۲۶۰۰۰ افراد پر مشتمل ہے جو خام لوہے کی پیداوار کا گھر سمجھا جاتا ہے اور سویڈن کا سب سے اونچا پہاڑ کینی کاجس (Kebnakajse ۶۹۶۵ فٹ) یہاں سے دور نہیں ہے۔

سویڈن کا طرز حکومت پارلیمنٹری ہے۔ دو ایوان ہوتے ہیں۔ اس وقت سوشل ڈیموکریٹک کنزرویٹو، لبرل اور سنٹر پارٹی بڑی پارٹیاں شمار کی جاتی ہیں۔ اور ۱۹۳۲ سے سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی حکمران ہے۔ یہ ملک دنیا کے ایسے ممالک میں چوٹی پر واقع ہے جہاں انکم ٹیکس سب سے زیادہ ہے مگر اعلیٰ تعلیم کے مدارج تک کوئی فیس نہیں۔ سماجی بہبود کے بہت سے کام حکومت کے ذمہ ہیں اس لئے لوگ ٹیکس ایمانداری اور خوشی سے ادا کرتے ہیں۔ یہاں مزدور اور سرمایہ دار کے تعلقات مثالی ہیں۔ ہڑتال بہت کم ہوتی ہے کیونکہ منافع مزدور اور مالک کی مرضی سے مناسب طور پر تقسیم کیا جاتا ہے۔

یہاں کا دار الخلافہ اسٹاک ہام ایسا دفاعی نظام
رکھتا ہے کہ زمین کے نیچے چٹانیں کاٹ کر ایسی پناہ
گاہیں تیار کی گئیں۔ جہاں حملے کی صورت میں ایک
ایک پناہ گاہ میں بیس بیس ہزار آدمی پناہ لے سکتے
ہیں۔ حکومت کے سربراہ شہنشاہ گوسٹاو ایڈولف
(Gustaf Adolph) ہیں جو ۱۹۵۰ء میں
اپنے والد کی وفات پر ۶۸ سال کی عمر میں تخت پر
بیٹھے۔ بادشاہ نہایت عالم فاضل شخص ہے جو اپنے
عوام میں نہایت عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے

یہاں کا بڑا مذہب عیسائیت ہے اور اکثر
طبقہ پروٹسٹنٹ فرقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ لوگ
نہایت جفاکش، محنتی اور خوش اخلاق ہیں۔ دریاؤں
میں عمارتی لکڑی کا لامتناہی سلسلہ بہتا جا رہا ہے
بڑی بڑی مشینیں دریاؤں کے کنارے بڑے بڑے
بند تعمیر کرنے میں مصروف ہیں تاکہ ملک کو برقی قوت
سے مالا مال کیا جا سکے۔

اقوام متحدہ کی مشہور شخصیت جو کہ ۱۹۱۶ء
میں ایک ہوائی حادثہ میں ہلاک ہوئی یعنی سیکرٹری
جنرل ڈاگ ہیمرشولڈ یہیں کے رہنے والے تھے۔

الغرض۔ جنگلات۔ پہاڑوں۔ جھیلیں۔ یخ
بستہ راتوں اور گرما کی دھندھیا شمسی کرنوں سے
منور راتیں۔ ابتدائے آفرینش سے پتھریلی چٹانوں
پر ایستادہ برفانی تودے شمال کو زینت بخش رہے
ہیں۔ اگر آپ دور شمال کی طرف جائیں تو جہاں یہ
ملک اپنی سرحدوں کو پہنچتا ہے۔ وہاں آپ کو ایک
دائرے کی شکل میں درختوں کی قطاریں، برفانی تودے
متعدد جھیلیں اور fjords یعنی ایسے تودے جو
پگھلنے کے بعد اپنے اندر راستہ پیدا کریں اور جو بیرنٹ
(Barents) میں گرتے ہیں۔ مختلف دریا نظر
آئیں گے۔ اگر آپ سیر کا صحیح لطف اور حظ اٹھانا
چاہتے ہیں تو آپ کو سواری کی بجائے پیدل سفر کرنا ہوگا
اور پیروں پر skis (سکیس) باندھنا ہوگا اور ساتھ
ایک چھوٹی سی کشتی لے جانی ہوگی۔ ایسی صورت میں
آپ اس سرزمین کی رعنائیوں سے بہتر طور پر لطف اندوز
ہو سکیں گے۔ شمالی خطہ دنیا کے حسین ترین علاقوں میں
شمار کیا جاتا ہے اگرچہ زندگی پر مشقت ہے۔ مگر تاریخ
بتاتی ہے کہ اس ہُو کے عالم میں بھی انسان اس سرزمین
پر دس ہزار سال سے رہ رہا ہے۔ کیونکہ یہاں درختوں
کی کثرت نے اسے نہ صرف گھر بنانے میں مدد کی بلکہ
پاؤں میں پہننے کے لئے جوتے اور سفر کرنے کے لئے کشتیاں
بھی بخشیں۔ جنگل کے جانوروں نے اسے اپنا گوشت
خوراک کے لئے اور کھالیں کپڑوں کے لئے پیش کیں اور
پانی ہر وقت اس کے [illegible] قدرتاً مہیا کرنے کی
غرض سے تیار رہتا ہے۔

آپ نے عام کشتیوں میں وہیل مچھلی کا شکار
دیکھا ہے۔ اگر آپ نے دنیا کے عظیم ترین کتبخانے
دیکھے ہیں۔ اگر یورپ کا پورا ملک علم کا رسیا دیکھنا
ہے اور اگر سورج کو نصف شب کے وقت روشن
دیکھنا ہے اور اگر آپ نے مچھلی کی پانچ سو سے
زائد اقسام کے کھانوں سے لطف اندوز ہونا ہے اور

مگر آپ نے علم کا سب سے بڑا انعام الفریڈ برن ہارڈ نوبل کی قبر دیکھی ہے۔ جس نے اپنی کروڑوں کی جائیداد اپنے عزیز واقارب کو دینے کی بجائے ایسے لوگوں کے لئے وقف کر دی جو سماءِ علم پر درخشندہ ستارے بن کر چمکیں۔ تو آپ کو چاہیئے کہ سویڈن کی سیر کیجئے اور خدا تعالیٰ کی ان لا متناہی قدرتوں کا نظارہ اپنی آنکھوں سے کیجئے آپ بے اختیار پکار اٹھیں گے۔ فتبارک اللّٰہ احسن الخالقین!

○

اداریہ بقیہ صفحہ (۲)

اس کے علاوہ یورپ میں اسلام کی فتح کا ذکر کرتے ہوئے بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے فرمایا تھا:۔

"سچائی کا آفتاب مغرب سے چڑھیگا
اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ چلے گا۔"

آج ہم ان الٰہی وعدوں کو پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں ارضِ یورپ میں ملک سویڈن کی پہلی احمدیہ مسجد اور اس کی ابتدائی برکت کے طور پر اسلام قبول کرنے والے آٹھ باشندے اس پر گواہ ہیں ـــــ یہی نہیں بلکہ انگلستان۔ ہالینڈ، سوئٹزرلینڈ، مغربی جرمنی، ڈنمارک اور سویڈن کی احمدیہ [illegible] دن میں پانچ وقت اللہ اکبر کے نعرے [illegible] اسلام [illegible] کا چرچا ہو رہا ہے ـــــ یہ اسلام کی فتح کا نقارہ ہے جو قلبِ یورپ میں بج رہا ہے ـــــ پس

اسلام کی نشأۃ ثانیہ موجودہ زمانہ کی اٹل صداقت اور ناقابل تردید حقیقت ہے۔ غلبۂ اسلام کی پو پھوٹ چکی ہے اور اسلام کی فتح کا سورج طلوع ہو چکا ہے۔ الحاد و کفر کی بجائے توحید خالق کی ہوا چل پڑی ہے۔ آسمان پر دعوت کے لئے ایک جوش ہے۔ سعید فطرتوں پر ملائکہ کا نزول ہو رہا ہے اور مغرب سے غلبۂ اسلام کی خوشبو آرہی ہے اور یہ

"آرہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگاہ زندہ وار"

آیئے! ہم اپنے عمل اور شبانہ روز دعاؤں سے اسلام کے اس غلبہ کو قریب سے قریب تر کر دیں اور نخلِ اسلام جلد از جلد کرۂ ارض پر محیط ہو جائے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر!

○

ایک ضروری وضاحت

اگست کے پرچہ میں ۳۴ پر "اولمپک کھیلوں کا احیاء" کے زیر عنوان کالم ۱ سطر ۳ سے مضمون اس طرح پڑھا جائے۔

اس (بیرن پیئر) نے ۱۸۹۴ء میں کھیلوں کا بین الاقوامی تنظیموں کو لکھا کہ قدیم اولمپکس کے باعث یونانی ریاستیں متحدہ رہیں اب بھی بین الاقوامی سطح پر اولمپکس منعقد کروا کر مختلف ممالک میں اخوت و مودّت کی فضا پیدا کی جا سکتی ہے۔"

اسی طرح صفحہ ۴۲ کالم ۱ سطر ۱ یوں پڑھی جائے۔

"برطانیہ نے تین انعام حاصل کئے"

ـــــ ادارہ

کھیل کا میدان

مونٹریال اولمپکس

جناب حبیب اللہ احمدی پروفیسر جامعہ احمدیہ

مونٹریال اولمپکس سے ۳۱ ممالک کی علیحدگی کی وجہ سے مبصرین اس خدشے کا اظہار کر رہے تھے کہ فٹ بال اور مُکہ بازی کے مقابلوں کے علاوہ کئی قسم کی دوڑوں کا معیار گزشتہ اولمپکس سے گر جائے لیکن جوں جوں مونٹریال اولمپکس مقابلے ہوتے گئے توں توں نئے ریکارڈ بھی قائم ہوتے گئے۔

یہ نئے ریکارڈ دوڑ اور جمناسٹک کے مقابلوں کے ہیں۔ کیوبا کا البرٹو وہ پہلا شخص ہے جس نے ایک ہی اولمپک کی ۴۰۰ میٹر اور ۸۰۰ میٹر کی دونوں دوڑیں اس دفعہ جیت لیں۔ اور جمناسٹک کے مقابلوں میں رومانیہ کی ۱۴ سالہ ناڈیہ نے پانچ دنوں میں سات مرتبہ ۱۰/۱۰ نمبر حاصل کئے اور ۱۸۹۶ء سے ۱۹۷۶ء تک کی اولمپک کی تاریخ میں ایک نیا ریکارڈ قائم کیا ہے۔ اس نے چار طلائی تمغے جیتے اور مونٹریال اولمپکس کی ملکہ قرار پائی۔

مونٹریال اولمپکس میں مغربی جرمنی نے جاپان سے سبقت حاصل کر کے اور مشرقی جرمنی نے امریکہ پر فوقیت حاصل کر کے دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے۔

گزشتہ اولمپکس مقابلوں میں مشرقی جرمنی نے ۲۰ طلائی تمغے حاصل کئے تھے۔ اس دفعہ اس کے طلائی تمغوں کی تعداد پہلے سے دو چند ہو چکی ہے۔ اور نقرئی اور کانسی کے تمغے بھی پہلے سے زیادہ رہے۔ وہ روس کے علاوہ سب پر سبقت لے گیا۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اگر جنگِ عظیم کے بعد جرمنی کو تقسیم نہ کیا گیا ہوتا تو وہ مونٹریال کے مقابلوں میں سر فہرست ہوتا کیونکہ مشرقی اور مغربی جرمنی کے طلائی تمغوں کی مجموعی تعداد ۵۰ بنتی ہے

مشرقی جرمنی کی غیر معمولی کامیابی حیرت انگیز بھی ہے اور قابلِ رشک بھی کیا یہ محض حسنِ اتفاق تھا؟ بے شک مشرقی جرمنی نے ۹۰ تمغے حاصل کرنے کے لئے محض اپنی قسمت پر بھروسہ نہیں کیا بلکہ محنت اور کوشش کی ہے۔ مشرقی جرمنی کی آبادی صرف ایک کروڑ ۷۰ لاکھ ہے جن میں سے ۶۳ لاکھ نفوس یا تو بچے ہیں اور یا پھر ۲۵ سال سے کم عمر کے نوجوان ہیں۔ ملک کی ۱/۲ آبادی ان نوجوانوں پر مشتمل ہے جو ۱۴ سے

اولمپک مقابلوں کے ریکارڈز

(PLACE) جگہ	(RECORD HOLDERS) ریکارڈ قائم کرنے والے	مساعی (Record) گھنٹہ	منٹ	سیکنڈ	(EVETS) مقابلہ	نمبر شمار
میونخ ۱۹۷۲ء	J. Hines. ہائنس (امریکہ)	-	-	۹٫۹	۱۰۰ میٹر کی دوڑ	۱
مونٹریال ۱۹۷۶ء	Alberto البرٹو (کیوبا)	-	۱	۴۳٫۵	۸۰۰ " "	۲
میونخ ۱۹۷۲ء	Kiens کیئنیا (کینیا)	-	۳	۳۴٫۹	۱۵۰۰ " "	۳
مونٹریال ۱۹۷۶ء	Waldemar والڈیمار (مشرقی جرمنی)	۲	۹	۵۵	میراتھان (۲۶ میل) کی دوڑ	۴
" "	Jim Montgomary مونٹگمری (امریکہ)	-	-	۵۶٫۳۵	پیراکی ۱۰۰ میٹر فری سٹائل	۵
" "	John Henckeny جان ہنکنی	-	۱	۳و۱۱	Breast Stroke	۶
" "	Brian Goodwill گوڈول (برطانیہ)	-	۳	۵۱٫۹۳	۴۰۰ میٹر فری سٹائل	۷
" "	" " "	-	۱۵	۲٫۴	۱۵۰۰ " "	۸
میونخ ۱۹۷۲ء	R. Fosbury فوسبری (امریکہ)	-	-	-	اونچی چھلانگ ۷ فٹ ۳/۱۶ انچ	۹
مونٹریال ۱۹۷۶ء	Miklos Nimeth نیمتھ (ہنگری)	-	-	-	نیزہ پھینکنا ۳۱۰ فٹ ۴"	۱۰
" "	Vasily Alexeev الیکسیو (روس)	-	-	-	وزن اٹھانا ۲۳۵ Kgs Supper Hvy weight	۱۱

۲۵ سال کی عمر کیے ہیں۔

مشرقی جرمنی میں ہر سال سکولوں، کالجوں دیگر تربیتی اداروں یا کارخانوں سے تعلق رکھنے والے ۵۰ لاکھ لڑکے، لڑکیاں، مرد اور عورتیں کھیلوں کے مقابلوں میں حصہ لیتے ہیں۔ یہاں ۸۱،۰۰۰ سپورٹس کلب قائم ہیں۔ صرف ۱۹۷۱ء سے ۱۹۷۵ء تک کے پانچ سالہ دور میں ۲،۰۰۵ سپورٹس کے نئے ادارے کھولے گئے۔

ہمتِ مرداں مددِ خدا

ان مساعی جمیلہ کے نہایت شاندار نتائج برآمد ہوئے۔ مشرقی جرمنی کی یہ کوششیں رنگ لائیں اور اسے اجتماعی کامیابیوں کے علاوہ کئی عظیم الشان انفرادی کامرانیاں بھی حاصل ہوئیں مثلاً:-

مشرقی جرمنی کی ۱۷ سالہ طالبہ کورنیلا اینڈر نے ۴ سال میں ۷ عالمی ریکارڈ قائم کیے۔ ۱۹۷۲ء کے اولمپک مقابلوں میں اس نے ۱۳ سال کی عمر میں چاندی کے تین تمغے جیتے تھے۔ اگلے ہی سال اس نے بلغاریہ میں چار

عالمی چیمپئن شپ اعزاز حاصل کئے۔ ۱۹۷۳ء، ۱۹۷۴ء
اور ۱۹۷۵ء میں کورنیلا جوہنی کو "بہترین سپورٹس وومن"
قرار دی گئی اور اسی سال مونٹریال اولمپکس میں اس نے
تین نئے عالمی ریکارڈ قائم کئے۔

اولمپک مقابلے اور پاکستان

مجموعی طور پر اولمپک مقابلوں میں اگرچہ پاکستان کو
کوئی خاص مقام حاصل نہیں رہا تاہم پاکستان اولمپکس
کی تاریخ میں دو مرتبہ (۱۹۶۰ء اور ۱۹۶۸ء میں) ہاکی کا
چیمپئن قرار پا چکا ہے اور کئی دفعہ (کئی میں دوم پوزیشن)
بھی حاصل کرتا رہا ہے۔

مونٹریال اولمپکس میں ہمارے پہلوانوں اور مکہ
بازوں (باکسروں) نے آسانی مار کھالی۔ البتہ افریقی ممالک
کے باکسروں کی عدم شرکت کی وجہ سے ایک مرتبہ پاکستانی
مکہ باز سراج الدین کی کامیابی کے آثار تھے جبکہ میکسیکو
کے باکسر کو ہرانے کے بعد اسے سیمی فائنل کے مقابلہ میں
داخل کر لیا گیا۔ یہ خبر ہر پاکستانی کے لئے امید افزا
تھی اور باور کیا جانے لگا کہ ہو نہ ہو سراج الدین مڈل ویٹ
باکسنگ میں کم از کم نقرئی تمغہ ضرور حاصل کر لے گا۔
لیکن بین الاقوامی باکسنگ ایسوسی ایشن نے یہ فیصلہ
کیا کہ جیتنے والی ٹیموں کی از سر نو قرعہ اندازی کر کے
بقیہ مقابلے کرائے جائیں۔ چنانچہ اگلے مقابلے کے
لئے جب سراج الدین کا معائنہ کیا گیا تو اس کے ہاتھ
کی ہڈی مجروح پائی گئی۔ پھر بھی اس کے کوچ نے
اسے اگلے مقابلہ میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا ـــــ اور
سراج الدین ہار گیا۔

جہاں تک پاکستانی کھلاڑیوں کا تعلق ہے۔
صدیقی کو ۸۰۰ میٹر کی دوڑ کے لئے (جس میں انہوں
نے تہران کے ایشیائی مقابلوں میں کانسی کا تمغہ حاصل کیا
تھا) اور محمد یونس کو ۱۵۰۰ میٹر اور ۵۰۰۰ میٹر کی دوڑ
کے لئے ایک عرصہ تک ایک روسی کوچ کے زیر تربیت
رکھا گیا تھا۔ یاد رہے کہ یونس نے تہران کے ایشیائی
کھیلوں میں مذکورہ بالا ہر دو دوڑوں میں طلائی تمغے
جیتے تھے۔ ظاہر ہے کہ ہر دو کھلاڑیوں سے پاکستانی
قوم کو بہت سی امیدیں وابستہ تھیں۔ بالخصوص
یونس سے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ یونس کا نام
۸۰۰ میٹر کی دوڑ کے لئے درج تھا اور صدیقی کا نام
۱۵۰۰ میٹر کی دوڑ کے لئے۔

ہر دو کھلاڑیوں کو بالخصوص اور تمام
پاکستانیوں کو بالعموم بہت صدمہ ہوا جب منتظمین
نے ناموں کی تبدیلی سے انکار کر دیا۔ اور ہر دو
کھلاڑیوں کی کوششیں رائیگاں گئیں اور قوم کی
امیدوں پر پانی پھر گیا۔

اب پاکستانیوں کی نظریں صرف ہاکی ٹیم پر جمی
ہوئی تھیں جس نے اپنے پول میں کوئی بھی میچ نہیں ہارا
تھا۔ پاکستان اسپین کے ساتھ برابر رہا اور بلجیم
مغربی جرمنی اور نیوزی لینڈ کو پاکستانی ٹیم نے زبردست
شکست دی۔ اس کی اعلیٰ کارکردگی اور بالخصوص
بے نظیر فارورڈ لائن کی وجہ سے باور کیا جاتا تھا کہ
پاکستانی ٹیم کو ہاکی کا طلائی تمغہ ضرور حاصل ہوگا۔

پاکستان اور ہالینڈ کی ٹیمیں اپنے اپنے پول میں نمبر فہرست تھیں لیکن پرو پولز (Pools) میں رنرز اپ یعنی نمبر دو ٹیم کا تعین کرنا ابھی باقی تھا چونکہ پول اے میں آسٹریلیا اور پاکستان کے پوائنٹ برابر تھے اور پول بی میں نیوزی لینڈ اور اسپین کے۔ اس لئے ان کے درمیان دوبارہ مقابلہ کرایا گیا۔

آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ سیمی فائنل میں پہنچ گئے۔ پول اے کے ونر (ہالینڈ) کا میچ پول بی کے رنرز اپ (نیوزی لینڈ) کے ساتھ ہوا جو نیوزی لینڈ نے جیت لیا پول بی کے ونر (پاکستان) کا میچ پول اے کے رنرز (آسٹریلیا) کے ساتھ ہوا جس میں آسٹریلیا کو پاکستان پر ایک گول کی سبقت حاصل ہوئی۔

فائنل میں نیوزی لینڈ نے آسٹریلیا پر (خلاف توقع) سبقت حاصل کر کے طلائی تمغہ جیت لیا۔

ویسے فائنل میچ سے بڑھ کر اس سے ماقبل تیسری پوزیشن کے لئے پاکستان اور ہالینڈ کی ٹیموں کے درمیان کھیلا جانے والا میچ زیادہ تیز اور دلچسپ رہا۔ ۲۵۰۰۰ تماشائیوں نے مالسن (Malson) اسٹیڈیم میں یہ نظارہ کیا۔ کسی اور میچ میں اتنے تماشائی نہ تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ یہی فائنل میچ ہے نہ کہ آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ والا میچ۔

عجیب اتفاق کی بات ہے کہ جن دو ٹیموں کا سیمی فائنل میں آنا مشکوک اور غیر یقینی تھا وہی اس ٹورنامنٹ میں اول دوم آئیں۔ جبکہ ہر دو پول ونرز فائنل میچ سے باہر رہے۔ اولمپکس ہاکی کی تاریخ میں آسٹریلیا ایک مرتبہ ۱۹۶۸ء میں چاندی کا تمغہ حاصل کر چکا ہے۔ لیکن جہاں تک نیوزی لینڈ کی ہاکی ٹیم کا تعلق ہے وہ مونٹریال اولمپکس سے قبل اولمپک کے ہاکی مقابلوں میں سیمی فائنل میں بھی کبھی نہ آئی تھی لیکن پہلی دفعہ وہ طلائی تمغہ حاصل کر گئی اور اولمپک ہاکی میں پرچم الٹ گئے۔ انڈیا جو ورلڈ کپ کا ونر ہے اور سات مرتبہ اولمپک کا چیمپئن رہ چکا ہے ۴۸ سال اولمپک ہاکی میں کبھی بھی سیمی فائنل سے محروم نہ رہا تھا۔ مغربی جرمنی (سابقہ اولمپک چیمپئن) بھی سیمی فائنل سے باہر رہا حالانکہ ۱۹۵۲ء سے پہلے وہ ہر اولمپک سیمی فائنل میں شریک ہوتا رہا ہے۔ سپین (جو کہ یورپین ہاکی چیمپئن ہے) سیمی فائنل میں آنے سے ناکام رہا اور یہ پہلا موقع ہے کہ ہاکی فائنل میں انڈیا اور پاکستان ہر دو باہر رہے۔ موجودہ چیمپئن (نیوزی لینڈ) گزشتہ ۳ اولمپکس میں ہاکی کے مقابلہ میں تیرھویں، نویں اور ساتویں نمبر پر رہا تھا اور اب اس کا نصیبا جاگا۔ ہاں یہی نیوزی لینڈ اول آیا کہ جس کی مونٹریال اولمپک میں شرکت پر تیس ممالک نے احتجاجاً بائیکاٹ کیا تھا۔ وہی نیوزی لینڈ جو پول کے میچ میں پاکستان سے ایک کے مقابلہ میں ۵ گول سے شکست کھا چکا تھا۔

پاکستان ہاکی ٹیم کی ناکامی کے باعث کیا ہیں؟ اس بارہ میں متعدد تبصرے کئے جا چکے ہیں۔ بنیادی باعث مونٹریال کی ہاکی گراؤنڈ کی مصنوعی گھاس بیان کی جاتی ہے۔ بقول کپتان رشید "ہمارے کھلاڑیوں کو ایسی گراؤنڈوں پر کھیلنے کی مشق نہیں"۔

مصنوعی گھاس پر عجیب نتائج مرتب ہوئے ہندوستان نے ارجنٹینا کو زبردست شکست دی اور ارجنٹینا نے آسٹریلیا (سلور میڈلیسٹ) کو ہرا دیا۔ لیکن ارجنٹینا سے شکست کھانے والے آسٹریلیا نے بھارت کو عبرتناک شکست دی۔

ایک وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ پاکستان نے اصل اولمپک میچ کی تیاری میں جو میچ کھیلے ان میں اپنے دو کھلاڑی زخمی کر دیئے۔ میری مراد رشید جونیئر اور منظور سے ہے۔ پھر یہ کہ بی بی سی کے کھیلوں کے رپورٹرز کا خیال تھا کہ رشید جونیئر بعض کھلاڑیوں کو سیمی فائینل کے لئے مخصوص کر لیں گے۔ لیکن ایسا نہیں کیا گیا بلکہ پول میچوں میں ہمارے نصف کھلاڑی زخمی ہو چکے تھے۔ ممکن ہے یہ ریفری صاحبان کا جانبدارانہ رویہ بھی پاکستانی ہاکی ٹیم کی ہار کا باعث بنا ہو لیکن یہ بات یقینی ہے کہ شہناز کے زخمی ہونے کے بعد پاکستانی ٹیم کی فارورڈ لائن بیکار اور مفلوج ہو کر رہ گئی تھی۔ پھر یہ کہ حنیف کو شہناز کی جگہ لایا جانا چاہیئے تھا۔ کیونکہ سابقہ تجربہ بتاتا ہے کہ وہ نہ صرف کامیابی سے کھیلا بلکہ گول کرنے میں بھی وہ کامیاب رہا۔ شہناز زخمی ہو کر بیٹھا ہے اور مدثر کو گراؤنڈ میں لایا جاتا ہے اور پھر پاکستانی کھلاڑی بے بس دکھائی دیتے ہیں اور اسی عالم مایوسی میں میچ ہار دیتے ہیں۔

کھیل کے میدان میں مشرقی جرمنی کی حسن کارکردگی کا ذکر ہو چکا ہے۔ پاکستان کو بھی کھیلوں کی طرف پہلے سے کہیں زیادہ توجہ دینا ہوگی۔ صرف ۲۵ کھلاڑی چن کر کچھ عرصہ کے لئے ٹیم کی تیاری بالکل ناکافی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر پوزیشن پر کھیلنے والے کئی کھلاڑی نظروں میں ہوں۔ کئی ٹیموں کی مشق کرائی جائے۔ آل راؤنڈر کھلاڑی بھی پیدا کئے جائیں۔

پاکستان نے ۱۹۶۸ء کے میکسیکو اولمپکس میں ہاکی کا طلائی تمغہ حاصل کیا تھا۔ ۱۹۷۲ء کے میونخ اولمپکس میں بمشکل نقرئی تمغہ حاصل کیا اور مونٹریال میں اسے صرف کانسی کا تمغہ نصیب ہوا۔ کیا اب پاکستان اپنا مقام دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا؟ کیا ہاکی چیمپئن شپ برصغیر کے حصہ میں کبھی آئے گی بھی؟

اسی سال نومبر میں قائداعظم کی صد سالہ برسی کے جشن کے سلسلہ میں پاکستان میں ایک بین الاقوامی ہاکی ٹورنامنٹ منعقد ہوگا۔ جس میں دنیا کی چوٹی کی ٹیمیں شرکت کریں گی۔ آئندہ سال اٹلی میں ایک بین الاقوامی ہاکی ٹورنامنٹ چوتھے ورلڈکپ ٹورنامنٹ کی تیاری کے سلسلہ میں ہوگا۔

بعد ازاں ۱۹۷۸ء میں ارجنٹینا میں چوتھا ورلڈ کپ ہاکی ٹورنامنٹ ہوگا جہاں یہ تمام میچ قدرتی گھاس والی گراؤنڈ پر کھیلے جائیں گے نہ کہ مونٹریال کی طرح مصنوعی گھاس (Astro - Turf) پر۔ تب تک بجائے قیاس آرائیوں کے متعلقہ افسران اور پاکستان ہاکی فیڈریشن کو ٹھوس عملی اقدام کرنے ہوں گے۔

خیر باد! مونٹریال!!

۱۲ اگست کی سہانی شام۔ مونٹریال کا اولمپک سٹیڈیم ۷۲،۰۰۰ تماشائیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا مزید براں کم از کم ۸۰ کروڑ احباب نے مختلف ممالک میں ٹیلیویژن پر الوداعی تقریب دیکھی۔ آئرش صدر لارڈ کلا نن جو بین الاقوامی اولمپک کمیٹی کے صدر بھی ہیں، اس تقریب کی صدارت کر رہے تھے۔

الوداعی مارچ پاسٹ کے لئے بینڈ نے نہایت سریلی دھن بجائی — اختتامی تقریب میں صرف ۸۵ ممالک کے کھلاڑی تھے اور وہ بھی اس طرح کہ ہر ملک کے جھنڈے تلے صرف ۶ نمائندہ کھلاڑی۔ سورج ڈھل چکا تھا شفق کی سرخی مدھم پڑتی جا رہی تھی اور اس کی جگہ اندھیرے نے لینا شروع کر دی۔ کھلاڑیوں کا چاک و چوبند جلوس روایتی انداز میں مارچ پاسٹ کرتا ہوا سٹیڈیم سے باہر جا رہا تھا۔ اولمپک شمع گل کر دی گئی۔ اور لاؤڈ سپیکر پر گونجدار آواز اور رقت بھرے انداز میں اعلان ہوا۔

"Farewell Montreal! Until we meet in Moscow!"

خیر باد مونٹریال! اب ہم ماسکو میں ملیں گے۔ تب تک کے لئے خدا حافظ!

O

MONTHLY **KHALID** RABWAH

TABUK 1355 H.S. — SEPTEMBER 1976 — Regd No. L 5830

Title Printed at the Nusrat Art Press, Rabwah.